نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
والدین کریمین

محمد الیاس عادل

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین

مصنف

محمد الیاس عادل

DATA ENTERED
285934

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں۔ معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

297.9921
125449

نام کتاب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین
مصنف — محمد الیاس عادل
پروف ریڈنگ — قاری نجم الصبیح
مطبع — آر آر پرنٹرز، لاہور
ڈیزائن — عاطف بٹ
کمپوزنگ — گل گرافکس
اشاعت — 2014
قیمت — 160 روپے

استدعا

پروردگار عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔
ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔
(ناشر)

Marfat.com

فہرست

✡ ابتدائیہ	11
✡ قرآن حکیم کی روشنی میں والدین کے حقوق	13
✡ ماں باپ سے نیک سلوک کرو	13
✡ اللہ تعالیٰ کا حکم	14
✡ ماں باپ کی اطاعت	15
✡ والدین کے ساتھ احسان کرنا	16
✡ ماں باپ کا حق مقدم ہے	18
✡ والدین کو اُف تک نہ کہنا	19
✡ ماں کا حق	21
✡ ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم	22
✡ ماں باپ کے متعلق تاکید	23
✡ احادیث مبارکہ کی روشنی میں والدین کے حقوق	28
✡ جنت اور دوزخ	28
✡ سب سے زیادہ احسان کا مستحق	28
✡ جنت ماں کے قدموں تلے ہے	28
✡ کبیرہ گناہ	29
✡ تین مرتبہ آمین	29
✡ دو دروازے	30

Marfat.com

✡ توبہ کی صورت	31
✡ والد کا حکم مانو	31
✡ بہت بڑا گناہ	32
✡ ماؤں کی نافرمانی حرام ہے	32
✡ ماں باپ کے حق میں دُعا کرنا	32
✡ زیادہ احسان کرنے والا	33
✡ ماں باپ کے مرنے کے بعد	33
✡ جنت میں داخل نہ ہوگا	33
✡ حج مبرور کا ثواب	33
✡ بہترین نیکی	34
✡ اللہ تعالیٰ کی رضامندی	34
✡ بیٹا باپ کا بدلہ نہیں اتار سکتا	34
✡ ماں باپ کی خدمت جہاد ہے	35
✡ جنت کا دروازہ	35
✡ نیک سلوک کرو	35
✡ ہبہ واپس لینا	35
✡ پسندیدہ کام	36
✡ رسوائی کی بات	36
✡ اللہ تعالیٰ سے اجر	36
✡ والدین سے اجازت	37
✡ والدین سے صلہ رحمی	37
✡ ماں باپ کو خوش کرو	37
✡ ماں باپ کی قبر کی زیارت	37

Marfat.com

✡ والدین کی نافرمانی سے بچو	38
✡ شجرہ نسب پاک	39
✡ حسب ونسب کی فضیلت	40
✡ سب سے بہتر	40
✡ سب سے افضل	40
✡ سب سے معزز	41
✡ نسب کی فضیلت و پاکیزگی	42
✡ سب سے زیادہ پاکیزہ	44
✡ آباؤاجداد کی فضیلت	46
✡ آباؤاجداد کا نور	47
✡ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت	48
✡ پاکیزگی ہی پاکیزگی	50
✡ رسول کریم اللہ کے آباؤاجداد کا ایمان	53
✡ نجات یافتہ	53
✡ بارگاہ الٰہی میں پسندیدہ	53
✡ افضل و بہتر	54
✡ اللہ تعالیٰ کا پاک انتخاب	55
✡ حضور ﷺ کے والدین کریمین کا دور	56
✡ اہل فترت	57
✡ حضور ﷺ کی شفاعت قبول ہوگی	59
✡ اہل فترت کا معاملہ	59
✡ قرآن مجید کی روشنی میں	62
✡ اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا	62

Marfat.com

☆ فترت پر مرنے والے ---------- 63
☆ رسول کی بعثت سے قبل ---------- 63
☆ رب تعالیٰ بلاوجہ ہلاک نہیں کرتا ---------- 64
☆ ڈر سنانے والے ---------- 65
☆ اللہ تعالیٰ کی حجت ---------- 65
☆ اہل فترت کے متعلق احادیث مبارکہ ---------- 65
☆ چار اشخاص کا جھگڑا ---------- 66
☆ امتحان و آزمائش ---------- 66
☆ جنتی اور جہنمی کا فیصلہ ---------- 67
☆ فرمانبرداری کا امتحان ---------- 67
☆ زمانہ جاہلیت کے لوگ ---------- 68
☆ آگ میں داخلے کی آزمائش ---------- 69
☆ اہل فترت کی اقسام ---------- 70
☆ دین ابراہیمی پر قائم ---------- 71
☆ زمانے میں بہتر و افضل ---------- 72
☆ سب سے بہتر و اعلیٰ ---------- 73
☆ سب سے افضل و بہتر ---------- 75
☆ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ---------- 76
☆ آباؤ اجداد کا دین ---------- 78
☆ نور نبوت آباء کرام میں ---------- 80
☆ والدین کریمین زمانہ فترت میں ---------- 82
☆ حضور ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان ---------- 84
☆ ایمان پر دلائل ---------- 85

Marfat.com

✡ والدین کریمین مومن وموحد تھے	88
✡ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول	91
✡ محمد ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول	91
✡ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل	92
✡ طاہر ومطہر	93
✡ امام رازی کا قول	93
✡ حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے قائل جید علمائے کرام	95
✡ نور مصطفیٰ ﷺ	95
✡ نور مصطفیٰ ﷺ کے حجابات	98
✡ نور سے تخلیقات	99
✡ جوہر کی تخلیق	102
✡ آسمانوں کی تخلیق	102
✡ جسد اطہر کی تخلیق	103
✡ نور کی تخلیق کی ایک اور روایت	104
✡ حضور ﷺ کی شان	105
✡ ارواح کی تخلیق	106
✡ حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں نور	106
✡ نور کی تعظیم	107
✡ انگلیوں میں نور	108
✡ نور مصطفیٰ ﷺ کی منتقلی	110
✡ حضرت شیث علیہ السلام میں نور	110
✡ جناب انوش میں نور کی منتقلی	111
✡ جناب انوش سے حضرت نوح علیہ السلام تک	112

Marfat.com

- ✡ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ---------- 113
- ✡ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جناب قیذار تک ---------- 113
- ✡ جناب قیذار سے جناب جمیل تک ---------- 117
- ✡ جناب جمیل سے جناب مضر تک ---------- 119
- ✡ جناب مضر سے جناب قصی تک ---------- 121
- ✡ توحید پر قائم ---------- 122
- ✡ عبد مناف بن قصی ---------- 123
- ✡ حضرت عبدالمطلب کی ولادت ---------- 124
- ✡ چاہ زمزم کی تلاش ---------- 125
- ✡ حضرت عبدالمطلب کا خواب ---------- 126
- ✡ شام کا سفر ---------- 127
- ✡ غیبی مدد ---------- 128
- ✡ حضرت عبدالمطلب کی منت ---------- 129
- ✡ منت پوری کرنے کا حکم ---------- 129
- ✡ حضرت عبداللہ کو قربان کرنے کی تیاری ---------- 130
- ✡ سواُونٹوں پر قرعہ ---------- 131
- ✡ حضرت عبدالمطلب کا ایک اور خواب ---------- 132
- ✡ خواب کی تعبیر ---------- 133
- ✡ اہل حبشہ کی یمن پر چڑھائی ---------- 134
- ✡ ابرہہ اور ارباط میں مقابلہ ---------- 135
- ✡ ابرہہ کی یمن پر حکمرانی ---------- 136
- ✡ خانہ کعبہ کے مقابلے پر بُت خانہ کی تعمیر ---------- 137
- ✡ بُت خانہ میں غلاظت ---------- 138

Marfat.com

☆ ابرہہ کی خانہ کعبہ پر چڑھائی کے لیے تیاریاں ---------- 139
☆ ابرہہ کی مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی ---------- 140
☆ حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ---------- 141
☆ اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ ---------- 143
☆ حضرت عبدالمطلب کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور دُعا ---------- 144
☆ سفید ہاتھی کا آگے بڑھنے سے انکار ---------- 145
☆ ابابیلوں کی آمد ---------- 146
☆ ابرہہ کی عبرت ناک موت ---------- 146
☆ ابرہہ کی شکست کے بعد ---------- 147
☆ حضرت عبدالمطلب کی قبولیت دُعا ---------- 148
☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ---------- 149
☆ عجیب مشاہدات ---------- 149
☆ غیب سے حفاظت ---------- 150
☆ وہب بن عبد مناف کی خواہش ---------- 152
☆ نکاح کی بات چیت ---------- 153
☆ حضرت عبداللہ کی شادی ---------- 154
☆ حضرت عبداللہ کی پاک دامنی ---------- 155
☆ ایک اور روایت ---------- 157
☆ حضرت عبداللہ کا وصال ---------- 158
☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیاری باتیں ---------- 159
☆ عجیب مشاہدات ---------- 159
☆ غیب سے منادی ---------- 161
☆ مہر نبوت ---------- 161

Marfat.com

☆ جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی ---------- 162
☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نام رکھا ---------- 163
☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ---------- 163
☆ وصال سے چند لمحے قبل ---------- 164
☆ مقام ابواء ---------- 166
☆ رضاعی والدین ---------- 168
☆ فرمان نبوی ﷺ ---------- 171
☆ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ---------- 171
☆ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب ---------- 172
☆ غیب سے آواز ---------- 173
☆ حضرت عبدالمطلب سے گفتگو ---------- 174
☆ حضور ﷺ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں ---------- 176
☆ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیتیں ---------- 177
☆ قبیلہ بنی سعد کی طرف روانگی ---------- 178
☆ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضور ﷺ کا بچپن ---------- 180
☆ رضاعی بھائیوں کے ساتھ ---------- 181
☆ مکہ مکرمہ کی طرف روانگی ---------- 183
☆ حضرت عبدالمطلب کی تشویش ---------- 185
☆ غیب سے آواز ---------- 186
☆ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حُسن سلوک ---------- 187
☆ رضاعی بہن بھائی ---------- 188
☆ حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا ---------- 189

☆☆☆☆

Marfat.com

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کے والدین کریمین کے نسب کی شرافت اور پاکیزگی اور ان نفوس قدسیہ کی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کبھی بت پرستی کے نزدیک بھی نہیں پھٹکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کو اس بُرائی سے محفوظ رکھا تھا اور آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا دونوں پکے مومن اور موحد تھے توحید پر ان کا ایمان تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا خاندان ونسب نجابت وشرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف واعلیٰ ہے اور یہ وہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی کبھی اس کا انکار نہ کر سکے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' ''اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چُن لیا۔'' (مسلم شریف)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔
''میں عرب کے دوسب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم وبنی زہرہ سے پیدا ہوا۔'' (ابن عساکر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے برسر منبر ارشاد فرمایا'

''کیا خیال ہے اُن اشخاص کا کہ جو کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی قرابت روز قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی۔ اللہ کی قسم! میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔'' (حاکم)

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا'

''سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قریش ہیں

Marfat.com

اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔ (دیلمی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا'

''بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولاد قصی کے تابع ہیں اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔'' (کتاب الامثال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا'

''کیا خیال کرتے ہو کہ میں دریائے جنت کی زنجیر ہاتھ میں لوں گا اس وقت اولاد عبدالمطلب پر کسی اور کو ترجیح دوں گا۔'' (ابن النجار)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ'

نبی کریم ﷺ کے نسب کریم میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں ان کے سوا حضور ﷺ کے جس قدر آباء و امہات آدم و حوا علیہما السلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم نہیں کہا جا سکتا اور حضور ﷺ کے آباء و امہات کی نسبت احادیث میں تصریح فرمائی کہ وہ سب بارگاہ الٰہی کے پسندیدہ ہیں سب آباء کرام و مائیں پاکیزہ ہیں اور آیۃ مبارکہ **و تقلبك فی الساجدین** کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اہل جنت سے ہیں کیونکہ وہ تو ان بندوں میں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے چنا تھا سب سے قریب تر ہیں۔ (شرح افضل القریٰ)

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ آباؤ اجداد کے لحاظ سے تمام بنی ہاشم بلکہ جملہ قریش میں ممتاز اور پورے عرب میں شریف النسب اور معزز ترین ہیں۔ حضور ﷺ کے والدین کریمین پاکیزہ اور عالی نسب ہیں آپ ﷺ کو اپنے والدین کریمین سے بے حد درجہ محبت تھی جس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بخوبی ملتا ہے زیر نظر کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ کے پیارے والدین کریمین کے بارے میں انتہائی جامع انداز میں عقیدت و محبت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

محمد الیاس عادل

Marfat.com

قرآن حکیم کی روشنی میں والدین کے حقوق

ماں باپ سے نیک سلوک کرو:

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً (سورۃ البقرہ آیت 83)

ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔''

اس آیت مبارکہ کے حوالے سے علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ وہ توحید کو تسلیم کریں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کریں نہ صرف بنی اسرائیل کو بلکہ تمام مخلوق کو یہی حکم ہوا ہے۔ فرمان (باری تعالیٰ) ہے کہ ہم نے تمام رسولوں کو یہی حکم دیا کہ وہ اعلان کر دیں کہ میرے (اللہ تعالیٰ کے) سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سب لوگ میری ہی عبادت کیا کریں اور (ایک اور جگہ) فرمایا' ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسرے معبودان باطل سے بچو، سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے تمام حقوق میں بڑا حق یہی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور دوسرے کسی کی عبادت نہ کی جائے پھر حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا بیان ہو رہا ہے بندوں کے حقوق میں ماں باپ کا حق چونکہ بہت بڑا ہے اسی لیے پہلے ان کا حق بیان ہوا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے اِنَّ اَشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْنَ ''میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا احسان بھی مان، اور جگہ فرمایا' تیرے پروردگار کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو اور

Marfat.com

ماں باپ کے ساتھ احسان اور سلوک کرتے رہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص 134-135)

اللہ تعالیٰ کا حکم:

سورۃ البقرہ کی آیت 83 کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل سے پوری توریت شریف پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔ جس میں یہ احکام بھی موجود تھے لہٰذا ان کا بھی عہد ہو گیا۔ میثاق مضبوط عہد کو کہتے ہیں۔ یعنی ہم نے بنی اسرائیل سے حسب ذیل چیزوں کا مضبوط عہد کرایا پہلے یہ کہ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰـهَ غیر اللہ کی عبادت نہ کرو۔ یہ خبر بمعنی نہیں ہے جس سے کہ اس میں بہت اہمیت پیدا ہو گئی جیسے ہم اپنے کسی فرمانبردار غلام سے کہیں کہ تم فلاں جگہ جاؤ گے۔ یعنی اس حکم کی مخالفت کرنی چاہیے ہی نہیں اور تم سے اس کا اندیشہ بھی نہیں۔ اس لیے بجائے حکم کے خبر دے رہا ہوں۔ خیال رہے کہ اس عبادت میں دو عہد ہیں ایک یہ کہ خدا کی عبادت کرو دوسرے یہ کہ غیر کی نہ کرو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رب کی عبادت درستی عقائد پر موقوف ہے کہ اس کی ذات وصفات اس کے پیغمبروں اس کی کتابوں کو مان کر عبادت کی جائے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عبادت وہ چاہیے جو اس کے ہاں قبول ہو اور یہ انبیاء کرام کی تعلیم سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس مختصر سی عبادت میں توحید رسالت کتاب ملائکہ اور ساری اعتقادیات پر ایمان لانے کا ذکر بھی آ گیا۔ کیونکہ یہ چیزیں عبادت کی شرطیں ہیں یہ بھی خیال رہے کہ عبادت صرف نماز ہی کا نام نہیں بلکہ جو جائز کام رب کی رضا کے لیے کیا جائے وہ عبادت ہے۔ لہٰذا اس میں سارے عبادات بھی داخل ہو گئے غرض یہ کہ یہ دو لفظ سارے عقائد اور عبادات کا مجموعہ ہیں بلکہ یوں کہو کہ سارے علم کلام اور علم فقہ و احکام کو شامل ہیں چونکہ عقائد سارے اعمال پر مقدم ہیں اس لیے پہلے اس کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہو سکتی ہے اور دینی اتباع صرف نبی ﷺ کی اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے رسول کی بھی۔ ماں باپ و علماء و مشائخ کی بھی کیونکہ عبادت وہ ہے کہ کسی کو اپنا خالق یا خالق کی مثل مان کر راضی کرنے کی کوشش کرنا اتباع کے معنی ہیں۔ آنکھ بند کر کے کسی کے قدم بقدم چلنا اس کے ہر کام کی نقل کرنا یہ حضور کی ہو سکتی ہے کیونکہ رب کے سے کام ہم نہیں کر سکتے وہ مارتا جلاتا ہے خود نہیں کھاتا بلکہ

Marfat.com

کھلاتا ہے اور غیر نبی کے کام میں غلطی کا بھی احتمال ہے ان کے اچھے کاموں کی پیروی کرو مگر حضور ﷺ کا ہر کام رب کی طرف سے ہے۔ وہاں نفس اور شیطان کو دخل نہیں۔

ماں باپ کی اطاعت:

دوسرا عہد یہ کہ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا معاملات میں سے یہ پہلا عہد ہے۔ یہاں ایک فعل اَحْسِنُوْا یا تُحْسِنُوْنَ۔ پوشیدہ ہے یعنی ماں باپ کے ساتھ احسان کر دیا کرو گے۔ رب تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت کا ذکر فرمایا اس کی چند وجہیں ہیں ایک یہ کہ ماں باپ اولاد کی پیدائش اور اس کی پرورش کا سبب ہے اور حق تعالیٰ کے فیض کا پہلا واسطہ جو نعمت بھی کسی کو ملے گی پیدائش کے بعد ہی ملے گی۔ لہٰذا خدا کے بعد ماں باپ کا ہی احسان ہے۔ دوسرے یہ کہ ماں باپ کے انعام خدا کا انعام سے مشابہت رکھتا ہے۔ جیسے حق تعالیٰ بلا طمع بندوں کو پالتا ہے ایسے ہی ماں باپ بغیر لالچ بچے کو پالتے ہیں اور دوسرے محسن بدلے کی امید پر احسان کرتے ہیں کفار ماں باپ جو قیامت جنت و دوزخ کے منکر ہیں انہیں ثواب کی بھی امید نہیں۔ مگر بچہ پالتے ہیں لڑکیوں اور بے دست و پا لڑکوں کے پالنے میں دنیوی لالچ بھی نہیں ہوتا تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ انسان کی پیدائش میں حقیقی مؤثر ہے اور ماں باپ ظاہری مؤثر۔ چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ اپنے نافرمان بندے پر انعام کرنے سے ملول نہیں ہوتا ایسے ہی ماں باپ نا خلف اولاد کی خیر خواہی اور شفقت سے ملول نہیں ہوتے۔ پانچویں یہ کہ جس طرح مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے اسی طرح بچے کے دو ماں یا دو باپ نہیں ہو سکتے کیونکہ سوتیلے ماں باپ حقیقت میں ماں باپ ہی نہیں چھٹے یہ کہ ماں باپ کبھی بھی اولاد کی ترقی میں کمی نہیں کرتے اور کبھی ان پر حسد نہیں کرتے۔ یہ انہیں کی خصوصیت ہے۔ ساتویں یہ کہ ماں باپ کی اطاعت سارے دینوں میں ضروری ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ ان سے محبت انسانوں کے علاوہ بے عقل حیونوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ آٹھویں یہ کہ ہمیشہ ماں باپ اولاد کے مال کو بڑھاتے ہیں اور نقصان سے بچاتے ہیں جیسے رب تعالیٰ اپنے بندے کے نیک اعمال کو بڑھاتا ہے۔ (تفسیر کبیر وعزیزی) خیال رہے کہ رب تعالیٰ کی عبادت شاہ و گدا نبی و امتی سب پر فرض ہے یوں ہی ماں باپ کی خدمت سب پر فرض عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ نیز رب

Marfat.com

کی عبادت ہر وقت لازم۔ یونہی ماں باپ کی خدمت ہر وقت فرض ان کی زندگی تندرستی میں بھی بیماری بڑھاپے میں بھی بعد موت بھی۔ رب کی عبادت ہر طرح کی ضروری جانی بدنی مالی یوں ہی ماں باپ کی خدمت ہر طرح لازم جان و جسم مال غرض کہ ہر شے ان پر صرف کرے۔ صرف نوکروں پر انہیں نہ چھوڑ دے بادشاہ بھی ہو تو بھی اپنے ہاتھ پاؤں سے ان کی خدمت کرے۔ نیز کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا میں نے حق عبادت ادا کر دیا۔ غرض یہ کہ والدین کی خدمت کو رب کی عبادت سے بہت طرح مناسبت ہے۔ ماں باپ کی اطاعت میں چند ہدایتوں کا خیال رکھو پہلی ہدایت اگر چہ ماں اور باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے لیکن چونکہ ماں نے بچے کو اپنا خون پلا کر پالا ہے اور باپ نے زر پلا کر۔ اس لیے ماں کا حق الخدمت باپ سے سات گنا زیادہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے دوسری ہدایت اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر ماں باپ کی بھی اطاعت اور تعظیم کرے۔ اس لیے کہ یہاں والدین میں ایمان کی قید نہیں لگائی گئی۔ نیز ان کی اطاعت حق پرورش کی وجہ سے ہے اور یہ حق تو کافر ماں باپ میں بھی ہے تیسری ہدایت والدین کے ساتھ احسان تین قسم کا ہے ایک یہ کہ اپنے قول و فعل سے ان کو ایذا نہ پہنچائے دوسرے یہ کہ اپنے بدن و مال سے ان کی حفاظت کرے۔ دوسرے یہ کہ جب وہ بلائیں تو فوراً حاضر ہو جائے پہلی اطاعت بہر حال واجب ہے کہ ماں باپ کو ایذا دینے والا عاق اور نافرمان کہلاتا ہے۔ دوسری اطاعت تب واجب ہے کہ ماں باپ حاجت مند ہوں اور اولاد میں اس خدمت کی قدرت ہو اگر انہیں حاجت نہیں۔ یا اولاد میں طاقت نہیں تو اس قسم کی اطاعت واجب بھی نہیں۔ تیسری قسم کی خدمت کی یہ شرط ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے سے کوئی شرعی خرابی پیدا نہ ہو اگر نماز کا وقت جا رہا ہے ادھر ماں باپ بلا رہے ہیں تو ان کے پاس نہ جائے بلکہ پہلے نماز پڑھے۔

والدین کے ساتھ احسان کرنا:

چوتھی ہدایت ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا جو حدیث میں آیا ہے وہ یہ ہے۔ (1) ان سے دلی محبت رکھے (2) بات چیت اور اٹھنے بیٹھنے میں ان کا ادب کرے کہ راستے میں ان کے

Marfat.com

آگے نہ چلے اور ان کو نام لے کر نہ پکارے بلکہ ادب سے بلائے۔ (3) جہاں تک ہو سکے اپنا مال و جان ان پر خرچ کرے۔ (4) ہر کام اور ہر بات میں ان کی رضا مندی کا خیال رکھے۔ (5) ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیت پوری کرے (6) اور ان کے لیے دعا مغفرت کرے (7) ان کے لیے کبھی کبھی صدقہ و خیرات کرتا رہے (8) ہر ہفتہ میں ان کی قبر کی زیارت کرے اور اگر ہو سکے تو سورۃ یٰسین پڑھ کر ان کو بخشے (9) ان کے دوستوں اور قرابت داروں سے محبت رکھے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ سعادت مند بچے اپنے ماں باپ کے دوستوں کو ان کے بعد ماں باپ کی جگہ سمجھتے رہیں (تفسیر عزیزی) پانچویں ہدایت اگر ماں باپ گناہ کرنے کے عادی ہوں یا کسی بد مذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو نرمی کے ساتھ راہ راست پر لانے کی کوشش کرے چھٹی ہدایت اگر ماں باپ کافر یا منافق بھی ہوں تب بھی ان کا حق مادری ادا کرے اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کی جو سخت کافر تھا۔ سختی کو برداشت کیا اور اس سے نرم کلام بھی فرمایا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ابو عامر سخت کافر تھا۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے اس کے قتل کی اجازت چاہی تو حضور علیہ السلام نے اجازت نہ دی (تفسیر کبیر و عزیزی)، ساتویں ہدایت جب ماں باپ کا اللہ اور رسول سے مقابلہ ہو جائے تو اس وقت نہ ماں باپ کا لحاظ ہو گا نہ قرابت دار کا۔ مثلاً ایک جنگ میں بیٹا غازی بن کر اور باپ کافروں کی طرف سے آیا ہے۔ تو اب اس کے حق پدری کا لحاظ نہیں کیونکہ اللہ اور رسول کا حق سب سے مقدم ہے اسی لیے جنگ احد میں حضرت عبیدہ ابن جراح نے اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور جنگ بدر میں حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو جو اس وقت کافر تھے اپنے مقابلہ کے لیے بلایا اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اہل قرابت عتبہ اور شیبہ اور ولید کو قتل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص ابن ہشام کو قتل کیا (تفسیر خزائن العرفان آخر سورہ مجادلہ) جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ہر مسلمان اپنے قرابت دار قیدی کو قتل کرے۔ اس کی قرآن کریم نے تائید فرمائی دیکھو سورہ انفال لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔ خلاصہ یہ ہے کہ کافر ماں باپ کی بھی اطاعت ضروری ہے۔ مگر جب کہ ان کا حق اللہ و رسول

Marfat.com

کے حق کے مقابل ہو جائے تو اللہ و رسول کا حق مقدم ہو گا۔ صحابہ کرام کا اپنے کافر ماں باپ کی اطاعت کرنا اور یا انہیں قتل کرنا مختلف موقعوں کے لحاظ سے ہے۔ (تفسیر نعیمی پارہ اول ص 475 تا 477)

ماں باپ کا حق مقدم ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

(سورہ البقرہ آیت 215)

ترجمہ: ''تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرما دو جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو وہ ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو بھلائی (تم) کرو (گے) بے شک اللہ اُسے جانتا ہے۔''

اس آیت کے تحت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی (ﷺ)! لوگ تم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کس طرح خرچ کریں تم انہیں کہہ دو کہ ان لوگوں سے سلوک کریں، جن کا بیان ہوا۔ حدیث میں ہے کہ اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور اپنی بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر درجہ بدرجہ قریبی لوگوں سے، یہ حدیث بیان فرما کر حضرت میمون بن مہران نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ ہیں جن کے ساتھ مالی سلوک کیا جائے اور ان پر مال خرچ کیا جائے نہ کہ طبلوں، باجوں، تصویروں اور دیواروں پر کپڑا چسپاں کرنے میں پھر ارشاد ہوتا ہے تم جو بھی نیک کام کرو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اس پر بہترین بدلہ عنایت فرمائے گا وہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص 275)

اس آیت کے حوالے سے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ارشاد فرماتا ہے) اے نبی ﷺ! لوگ آپ سے خرچ کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں۔ انہیں دونوں سوالوں کا جواب دے دو کہ اپنی ضرورت سے بچا ہوا حلال مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ صحیح جگہ خرچ کرو، غلط مصرف پر خرچ کرنا فضول یا نقصان دہ ہے لہٰذا اپنے ماں باپ کو دو کیونکہ انہیں کے دم سے تم دنیا میں آئے اپنے قرابت داروں کو دو کیونکہ ہر شخص کو اپنے قرابت داروں کے حال کی زیادہ خبر ہوتی ہے اگر تمہارے قرابت دار دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں تو اس میں تمہاری بھی ذلت ہے۔ بہتر ہے کہ تمہاری ضرورتیں آپس میں ہی پوری ہو جایا کریں لاوارث، غریب، یتیموں کو بھی دو کیونکہ ان کا والی وارث کوئی نہیں جو ان کی ضرورت پوری کرے اور نہ وہ خود کمانے پر قادر ہیں اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی دو تا کہ اُن کی فوری ضروریات پوری ہو جائیں اس پر ہی کیا موقوف ہے جہاں تک ہو سکے ہر بھلائی کی کوشش کرو تمہارے کسی کام سے پروردگار غافل نہیں وہ تمہیں ضرور جزا دے گا۔ (تفسیر نعیمی پارہ دوم ص 405)

والدین کو اُف تک نہ کہنا:

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 23 تا 24)

ترجمہ: ''اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں سو ان کو کبھی اف تک بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے

Marfat.com

سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار! ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش کیا ہے۔"

ان آیات کے تحت علامہ عمادالدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

(آیت میں) یہاں قضی معنی میں حکم فرمانے کے ہے۔ تاکیدی حکم الٰہی جو کبھی ٹلنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سرمو فرق نہ آئے۔ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ اور ضحاک بن مزاحمؒ کی قرات میں قضی کے بدلے وصی ہے یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہیں جیسے فرمان ہے۔ ﴿اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مند رہ۔ خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کا پورا ادب کرنا کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے ہوں بھی نہ کرنا نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا ان کی رضامندی کے کام کرنا دکھ نہ دینا ستانا نہیں ان کے سامنے تواضع وعاجزی فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لیے ان کے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا خصوصاً یہ دعا کہ اے اللہ ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لیے دعا کرنی منع ہو گئی ہے گو وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ ماں باپ سے سلوک واحسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی۔ جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا اے نبی! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تیرا ذکر ہو اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو کہیے آمین! چنانچہ میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی اللہ تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس شخص کی بخشش نہ ہوئی آمین کہیے! چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے بھی برباد کرے جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں ایک کو پا

Marfat.com

لیا اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا کہیے آمین! میں نے کہا آمین۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان ماں باپ کے یتیم بچہ کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہو گا۔ اس حدیث کی ایک سند میں ہے جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی آزاد کی گئی گردن خدمت والدین اور پرورش یتیم۔ ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دور کرے اور اسے برباد کرے الخ۔ ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لیے یہ بددعا ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے اور ماہ رمضان میں بخشش الٰہی سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لیے خود حضور ﷺ کا یہ بددعا کرنا منقول ہے۔ ایک انصاری نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا چار سلوک ان کے جنازے کی نماز ان کے لیے دعا استغفار ان کے وعدوں کو پورا کرنا ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

ماں کا حق:

ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ میں جہاد کے ارادے سے آپ کی خدمت میں خوش خبری لے کر آیا ہو۔ آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا جا اسی کی خدمت میں لگا رہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے۔ دوبارہ سہ بارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دوہرائی اور یہی جواب حضور ﷺ نے بھی دوہرایا (نسائی ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت

Marfat.com

وصیت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تمہیں تمہارے قرابتداروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ مسند احمد) فرماتے ہیں دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے۔ اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر جو اس کے بعد قریب ہو اسی طرح درجہ بدرجہ (مسند احمد) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کرا رہے تھے حضور ﷺ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا ایک شمہ بھی نہیں واللہ اعلم (تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر 15 ص 187 تا 188)

ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم:

قرآن حکیم میں ارشاد رب العالمین ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ○

ترجمہ: ”ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کر لے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا، تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کیے میں اپنے نیک بندوں میں شمار کر لوں گا۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی توحید پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم فرمایا اب ماں باپ کے سلوک و احسان کا حکم دیتا ہے کیونکہ انہی سے انسان کا وجود ہوتا ہے

125429

Marfat.com

باپ خرچ کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے۔ ماں محبت رکھتی اور پالتی ہے۔ دوسری آیت میں فرمان ہے۔ ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ الخ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کی پوری اطاعت کرو۔ ان دونوں کا یا ان میں سے ایک کا بڑھاپے کا زمانہ آجائے تو انہیں اف بھی نہ کہنا ڈانٹ ڈپٹ تو کہاں کی؟ بلکہ ان کے ساتھ ادب سے کلام کرنا اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا کرنا کہ اے اللہ ان پر ایسا ہی رحم کر جیسے یہ بچپن میں مجھ پر کیا کرتے تھے۔ لیکن ہاں یہ خیال رہے کہ اگر یہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ سمجھ لو کہ ایک دن تمہیں میرے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اس وقت میں اپنی پرستش کا اور میرے فرمان کے ماتحت ماں باپ کی اطاعت کرنے کا بدلہ دوں گا اور نیک لوگوں کے ساتھ حشر کروں گا۔ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی وہ باتیں نہیں مانیں جو میرے احکام کے خلاف نہیں تو وہ خواہ کیسے ہی ہوں میں تمہیں ان سے الگ کرلوں گا۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا۔ اسی لیے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو میں اپنے صالح بندوں میں ملا دوں گا۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں میرے بارے میں چار آیتیں اتریں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے یہ اس لیے اتری کہ میری ماں نے مجھ سے کہا اے سعد! کیا اللہ تعالیٰ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں؟ اگر تو نے آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا چھوڑ دوں گی۔ چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس یہ آیت اُتری (ترمذی وغیرہ) (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص 127)

ماں باپ کے متعلق تاکید:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّ فِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝ وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ

Marfat.com

عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○

(سورۃ لقمان آیت 14 تا 15)

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے (کہ) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تم میری اور اپنے والدین کی شکر گزاری کیا کرو (تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کچھ کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا۔''

اس سے قبل اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ تیرا رب تعالیٰ یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی تم عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرتے رہو۔

عموماً قرآن کریم میں ان دونوں چیزوں کا بیان ایک ساتھ ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے ﴿وَهْنَ﴾ کے معنے مشقت، تکلیف ضعف وغیرہ کے ہیں۔ ایک تکلیف تو حمل کی ہوتی ہے جسے ماں برداشت کرتی ہے۔ حالت حمل کے دکھ درد کی حالت سب کو معلوم ہے۔ پھر دو سال تک اسے دودھ پلاتی رہتی ہے اور اس کی پرورش میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ الخ۔ یعنی جو لوگ اپنی اولاد کو پورا پورا دودھ پلانا چاہیں ان کے لیے آخری انتہائی میعاد یہ ہے کہ دو سال کامل تک ان بچوں کو ان کی مائیں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔

Marfat.com

چونکہ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ یعنی مدت حمل اور دودھ چھٹائی کل تیس ماہ ہے اس لیے حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے بڑے بڑے اماموں نے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہے۔ ماں کی اس تکلیف کو اولاد کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے کہ اولاد اپنی ماں کی ان مہربانیوں کو یاد کر کے شکر گزاری۔ اطاعت اور احسان کرے اور آیت میں فرمان عالی شان ہے۔ ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ ہم سے دعا کرو اور کہو کہ میرے سچے پروردگار! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم و کرم فرما جس طرح میرے بچپن میں وہ مجھ پر رحم و کرم کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا تا کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مند ہو۔ سن لے آخر لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اگر میری اس بات کو مان لیا تو بھرپور جزا دوں گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضرت معاذؓ کو رسول اللہ ﷺ نے امیر بنا کر بھیجا آپ نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا آیا ہوں یہ پیغام لے کر کہ تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، میری باتیں مانتے رہو تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔ پھر یا تو جنت مکان بنے گی یا جہنم ٹھکانا ہو گا۔ پھر وہاں سے نہ نکال ہو نہ موت آئے۔ پھر فرماتا ہے اگر تمہارے ماں باپ تمہیں اسلام کے سوا اور دین قبول کرنے کو کہیں، گو وہ تمام تر طاقت خرچ کر ڈالیں، خبردار! تم ان کی مان کر ہرگز میرے شریک نہ کرنا۔ لیکن اس سے یہ بھی مطلب نہیں کہ تم ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنا بھی چھوڑ دو، نہیں دنیوی حقوق جو تمہارے ذمہ انؓ کے ہیں ادا کرتے رہو۔ ایسی باتیں ان کی نہ مانو بلکہ ان کی تابعداری کرو جو میری طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ سن لو تم سب لوٹ کر ایک دن میرے سامنے آنے والے ہو اس دن میں تمہیں تمہارے تمام تر اعمال کی خبر دوں گا۔

طبرانی کتاب العشر میں ہے کہ حضرت سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار

Marfat.com

تھا۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں بچے! یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا۔ سنو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور یونہی بھوکی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام کو چھوڑا نہیں اور میری ماں نے کھانا، پینا ترک کر دیا اور چاروں طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی دل تنگ ہوا اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا، خوشامدیں کیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی ضد سے باز آ جاؤ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی کشمکش بحث میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا میری اچھی ماں جان سنو! تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو لیکن میرے دین سے زیادہ عزیز نہیں ہو۔ واللہ ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا پر نہ چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہو گئیں اور کھانا پینا شروع کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص182)

سورہ الاحقاف کی آیت 15 میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے"

حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا جو قرآن مجید کی سورہ نوح کی آیات 26 تا 28 میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق یہ بھی ہے کہ اگر وہ انتقال کر جائیں تو ان کے حق میں دعائے مغفرت کی جائے چنانچہ دعا کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔

"پروردگار! خطہ زمین پر ان کافروں میں سے ایک بھی باشندہ زندہ نہ رکھ اگر تو نے انہیں یوں ہی چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور جنیں گے مگر نافرمان اور کافر اولاد، میرے پروردگار مجھے بخش دے اور

Marfat.com

میرے والدین کو اور اس کو جو مومن ہو اور میرے گھر میں پناہ لے اور سارے مسلمانوں مردوں اور عورتوں کو اور ان ظالموں کو نہ بڑھاؤ مگر تباہی اور بربادی میں"

☆☆☆

Marfat.com

احادیث مبارکہ کی روشنی میں والدین کے حقوق

جنت اور دوزخ:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! والدین کا اپنی اولاد پر حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا "وہی تیری جنت اور دوزخ ہیں۔" (ابن ماجہ)

سب سے زیادہ احسان کا مستحق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول ﷺ! سب سے زیادہ احسان کا مستحق کون ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ماں۔ پوچھا گیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، پھر پوچھا کہ پھر کون؟ ارشاد فرمایا تمہارا باپ۔ (مسلم شریف)

جنت ماں کے قدموں تلے ہے:

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے آپ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد فرمایا' کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا' ہاں۔ ارشاد فرمایا۔

"اس کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے کہ بے شک جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔" (مشکوۃ شریف)

Marfat.com

کبیرہ گناہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتاؤں، ہم نے کہا، ہاں۔ یا رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

(بخاری شریف)

تین مرتبہ آمین:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

آمین۔آمین۔آمین

''جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! جس نے اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کو پایا اور اس سے حسن سلوک نہ کیا اور وہ مر گیا تو وہ دوزخ میں گیا، اللہ تعالیٰ اسے دور کرے، آپ امین کہیں، تو میں نے آمین کہی، پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور گناہ بخشوائے بغیر مر گیا تو وہ دوزخ میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا، آپ آمین کہیں تو میں نے آمین کہی، پھر جبرائیل امین نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور اس نے آپ پر درود پاک نہ بھیجا اور مر گیا تو وہ دوزخ میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا، آپ امین کہیں، تو میں نے آمین کہی۔'' (طبرانی)

طبرانی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

''جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق

Marfat.com

بنا، میں نے آمین کہی۔"

حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"وہ رحمت سے دور ہو گیا جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہوں نے اسے جنت میں نہیں پہنچایا، میں نے آمین کہی۔"

احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"جس نے کسی غلام مسلمان کو آزاد کیا وہ دوزخ سے آزاد ہو گیا اور جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا پھر بھی اس کی بخشش نہ ہوئی اللہ تعالیٰ اسے رحمت سے دور کر دے۔"

ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے حسن سلوک نہ کیا اور وہ مر گیا تو دوزخ میں گیا؟ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے، میں نے آمین کہی۔"

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے اور بیٹے کا ماں سے نیکی کرنا دوہرا اجر رکھتا ہے، پھر فرمایا، ماں کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسا کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا' اس لیے کہ ماں' باپ سے زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا کبھی ضائع نہیں ہوتی۔"

دو دروازے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس نے اس حال میں صبح کی کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

فرمانبردار رہا تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے صبح ہی کو کھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان بندہ رہا تو اس کے لیے صبح ہی جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا' اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا' اگرچہ ظلم کریں' اگرچہ ظلم کریں' اگرچہ ظلم کریں۔'' (مشکوٰۃ شریف)

توبہ کی صورت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایک گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے تو کیا میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے اس نے کہا نہیں' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا' ہاں' آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ (ترمذی شریف)

والد کا حکم مانو:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس کو میں پسند کرتا تھا مگر میرے والد گرامی عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا اس کو طلاق دے دو' میں نے انکار کیا تو وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان فرمایا۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔''

(ترمذی شریف)

Marfat.com

بہت بڑا گناہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ بات کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا' ہاں یہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔" (بخاری شریف)

ماؤں کی نافرمانی حرام ہے:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کردی ہے۔"

(بخاری شریف)

ماں باپ کے حق میں دُعا کرنا:

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا والدین کے ساتھ سلوک و نیکی کرنے کو میرے لیے کچھ باقی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد اس کو کروں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' ہاں۔ ان کے حق میں دعا کرنا استغفار کرنا اور ان کی وصیت پوری کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے سلوک کرنا کہ وہ ان ہی کے سبب سے ہیں اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا۔" (ابن ماجہ)

Marfat.com

زیادہ احسان کرنے والا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

”زیادہ احسان کرنے والا وہ ہے جو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ باپ کے نہ ہونے کی صورت میں احسان کرے۔ (یعنی جب باپ کہیں چلا گیا ہو یا انتقال کر چکا ہو) (مسلم شریف)

ماں باپ کے مرنے کے بعد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”کسی کے ماں باپ دونوں یا ایک کا انتقال ہو گیا اور یہ ان کی نافرمانی کرتا تھا اب ان کے لیے ہمیشہ استغفار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیکوکار لکھ دیتا ہے۔“ (بیہقی)

جنت میں داخل نہ ہو گا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جنت میں نہ تو وہ شخص داخل ہو گا جو بہت زیادہ احسان جتانے والا ہو اور نہ ہی وہ شخص جو والدین کا نافرمان ہو اور نہ ہی شرابی۔“ (نسائی شریف)

حج مبرور کا ثواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”جب اولاد اپنے والدین کی طرف محبت سے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نظر کے بدلے حج مبرور کا ثواب لکھتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ دن میں سو مرتبہ دیکھے۔ ارشاد فرمایا ہاں۔ اللہ بڑا ہے اور قدرت والا ہے اس سے پاک ہے کہ اس کو اس کے دینے سے عاجز کہا جائے۔“ (بیہقی)

Marfat.com

بہترین نیکی:

حضرت ابن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تو ان کے پاس ایک گدھا رہتا کہ جب اونٹ کی سواری سے اکتا جائیں تو اس پر سوار ہو کر آرام حاصل کریں اور ایک عمامہ ہوتا تھا جو سر پر باندھتے۔ ایک دن جب آپ اس گدھے پر سوار تھے تو ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم فلاں کے بیٹے فلاں نہیں ہو۔ اس نے کہا' ہاں۔ یہ سن کر آپ نے اسے اپنا گدھا دے دیا کہ اس پر سوار ہو جاؤ پھر عمامہ بھی دے دیا کہ اسے سر پر باندھ لو۔ یہ دیکھ کر ان کے ایک ساتھی نے کہا' اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے۔ آپ نے اس اعرابی کو اپنی سواری کا گدھا اور سر پر باندھنے کا عمامہ دے دیا۔ آپ نے فرمایا' میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انسان کی بہترین نیکی اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے (اچھا) سلوک کرنا ہے۔ اس اعرابی کا والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا۔" (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ کی رضامندی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کی رضا مندی باپ کی رضا مندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔" (ترمذی شریف)

بیٹا باپ کا بدلہ نہیں اتار سکتا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بیٹا اپنے باپ کا بدلہ ہرگز نہیں اتار سکتا سوائے اس صورت کے کہ اس کو غلامی کی حالت

Marfat.com

میں پائے اور پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔" (مسلم شریف)

ماں باپ کی خدمت جہاد ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اور اس میں جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے کہا' ہاں آپ نے ارشاد فرمایا' ان کی خدمت میں رہ کر جہاد کر۔"

(بخاری شریف)

جنت کا دروازہ:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

"باپ جنت کے بہترین دروازوں میں سے ہے اب تو چاہے تو اس دروازہ کی حفاظت کر اور چاہے کھو دے۔" (ابن ماجہ)

نیک سلوک کرو:

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں میری والدہ مشرک ہونے کی حالت میں قریش سے مصالحت کے زمانہ میں میرے پاس آئیں تو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ اسلام سے بیزار ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کروں آپ نے ارشاد فرمایا:

"ہاں ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔" (بخاری شریف)

ہبہ واپس لینا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کوئی شخص اپنے ہبہ کو واپس نہ لے مگر اس ہبہ کو واپس لینا جائز ہے جو باپ نے بیٹے کو

Marfat.com

دیا ہو۔" (نسائی شریف)

پسندیدہ کام:

ایک اور حدیث پاک میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کام زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا' وقت پر نماز ادا کرنا' میں نے پوچھا' پھر کون سا کام' آپ نے فرمایا' والدین کے ساتھ بھلائی کرنا' میں نے پوچھا پھر کون سا؟ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔"

رسوائی کی بات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وہ رسوا ہوا' رسوا ہوا' جس نے اپنے ماں باپ کو دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔" (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ سے اجر:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا' یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے دست اقدس پر ہجرت اور جہاد کے لیے بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا' کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے اس نے کہا' ہاں دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' تو کیا تم واقعی اللہ تعالیٰ سے اپنی ہجرت اور جہاد کا بدلہ چاہتے ہو؟ اس نے کہا' جی ہاں میں اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' تو جاؤ

Marfat.com

اپنے والدین کی خدمت میں رہ کر ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"
(مسلم شریف)

والدین سے اجازت:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا (جو یمن کا تھا) حضور ﷺ نے اس سے پوچھا' یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا' میرے ماں باپ ہیں۔ آپ نے پوچھا انہوں نے تمہیں اجازت دے دی ہے؟ اس نے کہا نہیں (یعنی میں نے ان سے ابھی اجازت نہیں لی) حضور ﷺ نے فرمایا' تم واپس جاؤ اور والدین سے اجازت حاصل کرو اگر وہ اجازت دے دیں تو پھر جہاد میں شرکت کرو ورنہ (ان کی خدمت میں رہ کر) ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو۔" (ابوداؤد شریف)

والدین سے صلہ رحمی:

ایک اور حدیث پاک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کی روزی میں کشادگی ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرے اور صلہ رحمی کرے۔"

ماں باپ کو خوش کرو:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ایک شخص اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہجرت پر بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جاؤ اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کو اسی طرح خوش کر کے آؤ جس طرح تم ان کو رلا کر آئے ہو۔"

Marfat.com

(ابوداؤدشریف)

ماں باپ کی قبر کی زیارت:

ایک اور حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

”جوکوئی ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو زیارت کے لیے حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور وہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا لکھا جائے گا۔“

والدین کی نافرمانی سے بچو:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے بیت اطہر سے باہر تشریف لائے اور ہمیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

”اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صلہ رحمی کرو کیونکہ صلہ رحمی کا ثواب بہت جلد ملتا ہے۔ ظلم اور زیادتی سے بچو کیونکہ اس کی گرفت بہت جلد ہوتی ہے۔ والدین کی نافرمانی سے بچو جنت کی خوشبو ہزار سال کے فاصلہ سے آئے گی مگر والدین کا نافرمان اس سے محروم رہے گا۔ قرابت نہ رکھنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے ازار گھسیٹنے والا اس سے محروم رہیں گے۔“

(طبرانی)

☆☆☆

Marfat.com

شجرہ نسب پاک

حضور نبی کریم ﷺ کا شجرہ نسب مبارک اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ ہے۔

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معلہ بن عدنان۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جناب عدنان تک اکیس واسطوں سے حضور نبی کریم ﷺ کے جد اعلیٰ سے نسب پاک جا ملتا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ تمام کا اس پر اتفاق ہے مگر جناب عدنان سے حضرت آدم علیہ السلام تک نسب نامہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد کا اسم مبارک وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ ہے۔ اس طرح حضور ﷺ کا نسب مبارک پدری سلسلہ میں کلاب بن مرہ سے جا ملتا ہے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب ایک ہی جد اعلیٰ سے جا ملتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حسب ونسب کی فضیلت

سب سے بہتر:

اپنے حسب ونسب کی فضیلت و پاکیزگی کا ذکر خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے لوگوں اور بہتر زمانے میں رکھا پھر قبائل پر نظر انتخاب ڈالی تو بہتر قبیلے میں پیدا فرمایا، پھر گھروں پر نظر انتخاب ڈالی تو بہتر گھر میں مجھے پیدا فرمایا' پس میں ذاتی طور پر اور گھر کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہوں۔" (ترمذی۔ بیہقی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے بنی آدم کو چن لیا پھر بنی آدم سے عرب کو چن لیا' پھر عرب سے قریش کو چن لیا۔ پھر قریش سے بھی ہاشم کو چن لیا۔ پھر بنی ہاشم سے مجھے چن لیا۔ پس میں ہمیشہ بہتر سے بہتر گروہ میں رہا ہوں۔ سن لو' جو عرب والوں سے محبت رکھتا ہے تو مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے اور جو ان سے عداوت رکھتا ہے تو مجھ سے عداوت رکھنے کے باعث" (طبری)

سب سے افضل:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ قریش میں سے چند لوگ میری پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے حسب ونسب پر فخر کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم لوگوں کا نسب سب لوگوں سے اعلیٰ و افضل کیسے ہو

Marfat.com

سکتا ہے حالانکہ ہم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں۔ یہ سن کر وہ لوگ آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب تو ایسے ہے جیسے کوئی کھجور کا پودا کسی کوڑے کے ڈھیر سے اگ آئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ تمام واقعہ حضور نبی کریم ﷺ کے گوش گزار کیا۔ آپ ﷺ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو جمع کرو۔ پھر آپ اپنے منبر مبارک پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے لوگو! میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا۔''

آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا' میرا نسب بیان کرو' لوگوں نے نسب مبارک بیان کرتے ہوئے کہا آپ حضرت عبداللہ کے بیٹے اور حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہیں' اس پر آپ نے فرمایا' اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب کو کم تصور کرتی ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نسب کے لحاظ سے ان سے افضل ہوں۔'' (البزار)

''میں نسب اور خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔''

سب سے معزز:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور مجھے اچھی قسم میں رکھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ایک گروہ اصحاب الیمین کا ہے اور دوسرا اصحاب الشمال کا۔ پس میں اصحاب الیمین سے ہوں اور ان میں بھی سب سے بہتر ہوں پھر ان دونوں کے تین تین حصے کیے اور مجھے تیسرے بہتر حصے میں رکھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان میں سے ایک حصہ اصحاب المیمنہ ہے۔ دوسرا اصحاب المشئمہ اور تیسرا السابقون کا ہے۔ میں السابقین میں سے ہوں اور ان میں بھی سب سے بہتر۔ پھر ان تینوں کے قبیلے بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا و ان اکرمکم

Marfat.com

عنداللہ اتقاکم (سورۃ الحجرات آیت 13)

تو میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے متقی اور سب سے معزز ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ پھر قبائل کے گھر بنائے اور مجھے بہتر گھر میں رکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا

(سورہ الاحزاب آیت 23)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم و معزز ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ "میں جملہ اولین و آخرین سے زیادہ بزرگ ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا۔"

نسب کی فضیلت و پاکیزگی:

حضور سرورِ کائنات ﷺ کے حسب و نسب کی فضیلت اور پاکیزگی کا ذکر کرتے ہوئے خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورہ الشعراء میں ارشاد فرماتا ہے۔

و توکل علی العزیز الرحیم الذی یرٰك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین

"اور آپ اسی ذات پر توکل کریں جو غالب و رحیم ہے۔ وہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی دیکھتا ہے۔"

محدثین کرام اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ کے والدین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک آپ ﷺ کے

Marfat.com

جملہ اباء وامہات مومن اوراشرف تھے اور قرآن پاک میں جو یہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ ہے اس میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور اس سے یہ معنی اخذ ہوتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وحضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک مومنین کے اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن ہیں۔ اسی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اراد "تقلبك" فی اصلاب الانبیاء من نبی الی نبی اخرجتك فی هذاه الامته۔" (الخازن)

"یہاں پر گردش سے مراد انبیاء کرام کی مبارک پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا ہے حتیٰ کہ آپ اس امت میں مبعوث ہوئے۔"

اسی آیت مبارکہ کے تحت صاوی علی الجلالین میں ہے۔

"یہاں ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں اور آیت مبارکہ کے معنی یہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک حضور نبی کریم ﷺ نے جن مومنین کے اصلاب وارحام میں گردش کی اللہ تعالیٰ نے اسے ملاحظہ فرمایا' پس اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے جملہ آباء مومن تھے۔"

اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر جمل میں ہے۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے محبوب (ﷺ) حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا اسلام اللہ علیہا سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک جن جن مومن مردوں اور عورتوں کے اصلاب وارحام میں آپ منتقل ہوئے ان کو آپ کا پروردگار ملاحظہ فرما رہا ہے۔ پس (ثابت ہوا کہ) آپ کے تمام آباؤ اجداد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں تمام اہل ایمان میں سے ہیں۔"

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کا فرمان: الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین۔ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے

Marfat.com

آباء اللہ تعالیٰ کے منکر نہیں ہو سکتے۔"

سب سے زیادہ پاکیزہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود اپنے حسب ونسب کی پاکیزگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"میں حسب ونسب میں تم سے زیادہ پاکیزہ ہوں۔ میرے آباؤ اجداد میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک کسی نے بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔"

تفسیر درمنثور میں سورۃ الشعراء کی آیت مبارکہ:

الذی یراك حین تقومo و تقلبك فی الساجدین

کی تفسیر کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو اس وقت آپ کہاں تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ میری بات سن کر خوب ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہونے لگے پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

میں اس وقت ان کی پشت مبارک میں تھا پھر جب وہ زمین پر تشریف لائے تب بھی میں ان کی پشت مبارک میں تھا اور میں اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی مبارک پشت میں ہوتے ہوئے کشتی میں سوار ہوا' اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک میں ہوتے ہوئے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے ماں باپ کبھی بھی حرام کاری میں نہیں پڑے اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرمایا اور وہ تمام مرد و عورتیں صاحبان صفا اور تہذیب تھے جب کسی سے دو شاخیں بنتیں تو ان میں سے مجھے بہترین شاخ اور قبیلہ ملتا۔"

(تفسیر درمنثور جلد پنجم)

Marfat.com

تفسیر روح المعانی میں اسی آیت مبارکہ کے تحت ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''تقلب'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ:

''حضور نبی کریم ﷺ اپنے آباؤ اجداد کی پاک پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنا اور تقلب کے اس معنی سے ''الساجدین'' سے مراد مومنین لینا پڑے گی۔ اس آیت مبارکہ سے حضور نبی کریم ﷺ کے ماں باپ کے ایماندار ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔''

تفسیر مظہری میں اس آیت مبارکہ کی یہ تفسیر بیان ہوئی ہے۔

''اس سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے مردوں کی پشت مبارک سے ان عورتوں کے رحم پاک کی طرف منتقل ہوئے جو طاہر اور سجدہ کرنے والی تھیں اور پھر ان طاہرات و ساجدات کے رحم پاک سے ایسے پاکیزہ افراد کی طرف منتقل ہوئے جو تمام اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے۔ یہ آیت مبارکہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد صاحب ایمان اور توحید پر تھے۔''

(تفسیر مظہری)

حضرت عمرو بن ابی عمرو عن سعید المقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اولاد آدم میں ہر دور کے بہترین قرن (زمانہ) میں مبعوث ہوا۔ یہاں تک کہ میں اس قرن میں آیا جس میں تم مجھے پاتے ہو۔'' (بخاری شریف)

حضور نبی کریم ﷺ کے نسب پاک کی پاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کے بارے میں لکھا ہے کہ:

Marfat.com

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ربیعہ اور مضر کو گالی نہ دو،.......... مسلمان تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تمیم اور ضبتہ کو گالی دینے سے منع فرمایا کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قیس (نضر) کو گالی دینے سے منع فرمایا کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ سہیلی نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی مذکور ہے کہ جناب الیاس کو گالی نہ دو وہ مومن اور مسلمان تھے اور جناب الیاس حج کے دوران اپنی پشت مبارک سے حضور نبی کریم ﷺ کا تلبیہ حج سنا کرتے تھے۔ (مسالک الافہام)

آباؤ اجداد کی فضیلت:

تفسیر کبیر اور تفسیر غرائب القرآن میں حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کی فضیلت و مرتبہ کا ذکر اس طرح ہوتا ہے کہ:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہر دور میں کچھ افراد ایسے موجود رہے جو صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہر دور کے اندر کوئی نہ کوئی اس کے احکام پہنچانے والا موجود رہا ہے۔ دور جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل، قیس بن عبادہ اور بعض کے بقول حضرت عبدالمطلب بن ہاشم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد ہیں اور عامر بن الظرب یہ لوگ دین اسلام پر تھے دوبارہ زندہ ہونے اور پیدا ہونے پر ان کا ایمان تھا۔ ثواب و عذب کا یقین رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرتے تھے نہ مردار کھاتے اور نہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔''

Marfat.com

قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو یہ دعا منقول ہوئی ہے کہ رب اجلعنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی الخ اس کے بارے میں تفسیر درمنشور میں لکھا ہے:

''رب اجلعنی مقیم الصلواۃ ومن ذریتی کے متعلق حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہر دور میں ایسے ہوں گے جو دین فطرت پر رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں گے اور یہ سلسلہ تاقیامت چلے گا۔''

سیرت حلبیہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے جناب کنانہ کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے کہ:

''جناب کنانہ کو اس نام سے اس لیے پکارا جاتا رہا کہ وہ اپنی قوم کے محافظ تھے اور ان کے امراء کے نگہبان تھے۔ آپ حسین وجمیل شخصیت کے مالک تھے۔ عزت ومرتبہ میں بلند تھے اور تمام عرب آپ کے علم و فضل کی وجہ سے آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اب وقت آ پہنچا ہے کہ مکہ مکرمہ سے ایک پیغمبر ظاہر ہوگا جس کا اسم مبارک احمد ہوگا اور وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گا اور نیکی اور احسان کی دعوت دے گا اور اچھے اخلاق پیش کرے گا لہٰذا تم اس کی اتباع کرو گے تو عزت و وقار میں اضافہ پاؤ گے اور ان کو جھٹلانا نہیں کیونکہ وہ جو کچھ لے کر آئیں گے وہی حق ہوگا۔''

آباؤ اجداد کا نور:

حضور نبی کریم ﷺ کے نسب پاک کی فضیلت کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے زرقانی کی جلد اول میں جناب خذیمہ کا تذکرہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ:

''جناب خذیمہ کو اس لیے اس نام سے پکارا جاتا تھا کہ ان میں ان کے آباؤ اجداد کا نور جمع تھا اور ان میں حضور نبی کریم ﷺ کا نور بھی تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب خذیمہ کا انتقال ملت

Marfat.com

ابراہیمی پر ہوا۔'' (زرقانی جلد اول)

مسالک الحنفاء میں اس طرح ذکر ہوتا ہے کہ:

''حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور مبارک سے جناب کعب بن لوی تک سب دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔''

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت:

زرقانی جلد اول میں حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

''حضور نبی کریم ﷺ کے حمل میں رہنے اور ولادت باسعادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جن باتوں کا مشاہدہ کیا ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دین ابراہیمی کی پابند تھیں اور وہ نور جو آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت دیکھا کہ جس سے شام کے محلات چمک اُٹھے تھے اور آپ کو دکھائی دیے جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی مائیں دیکھا کرتی ہیں اور وہ بات جو آپ نے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہی تھی جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کے شق صدر کے واقعہ کے بعد مکہ مکرمہ واپس لے کر آئیں تو فرمایا' کیا تم دونوں میاں بیوی کو اس بچے پر شیطانی اثرات کا ڈر ہے۔ اللہ کی قسم! شیطان تو ان کی طرف راہ نہیں پا سکتا اور بے شک اس بچے کی شان ہی نرالی ہے۔''

''اور پھر جب ایک مرتبہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر مدینہ طیبہ آئیں یہ اس سال کا واقعہ جس میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تھا یہاں مدینہ طیبہ میں انہوں نے یہودیوں سے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی گواہی اور باتیں سنی تھیں اور پھر واپس مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے راستہ میں ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ تمام باتیں اس پر

Marfat.com

دلالت کرتی ہیں کہ آپ اپنی حیات طیبہ میں دین ابراہیمی پر تھیں اور مومنہ وموحدہ تھیں۔''

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کی سلامتی اور آپ کے دین ابراہیمی پر کار بند رہنے کے بارے میں زرقانی کی جلد اول میں ہی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ:

''حضرت اسماء بنت رہم بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت میری والدہ ماجدہ ان کے قریب موجود تھیں اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی طرف دیکھا اور یہ کلام فرمایا' اے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے تو اس کا فرزند ہے کہ جس نے موت کی سختی سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات حاصل کی تھی جب صبح کے وقت حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنے کی غرض سے اپنے بیٹوں کے مابین قرعہ ڈالا تھا اور تمہارے باپ کا نام نکلا تھا پھر اس کے بدلے میں ایک سو اونٹوں کا فدیہ کیا گیا تھا۔ اے بیٹے! جو خواب میں نے دیکھا تھا اگر درست ہے تو تم تمام کائنات کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہو' حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والے، حلال وحرام میں فرق کرنے والے' عرب و عجم کی طرف بھیجے گئے اور دین ابراہیمی کو پھیلانے کیلئے بھیجے گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بتوں کی پوجا سے باز رکھے گا اور یہ بھی کہ تم لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم کرو اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کر دیا ہے' ہر زندہ مرنے والا ہے' میں مر جاؤں گی میرا ذکر باقی رہے گا میں بھلائی چھوڑے جا رہی ہوں اور میں نے پاکیزہ بچہ جنا۔

یہ کہنے کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی یہ باتیں ان کے موحدہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں اس لیے کہ انہوں نے دین ابراہیم کا ذکر کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے کا ذکر کیا اور بت پرستی سے منع کیا اس قسم کی باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کفر سے بیزار تھیں اور موحدہ تھیں اور پھر حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اس طرح کی باتیں صاحب ایمان و

Marfat.com

توحید ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔"

(طبقات ابن سعد جلد اول، زرقانی جلد اول)

پاکیزگی ہی پاکیزگی:

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب اشعتہ اللمعات میں رقم طراز ہیں کہ:

"حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام طاہر ومطہر تھے نہ کفر کی گندگی اور شرک کی نجاست سے وہ آلودہ ہوئے۔ جیسا کہ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میں پاک مردوں سے پاک عورتوں کی طرف منتقل ہوتا ہوا پیدا ہوا۔"

اور وہ دلائل کہ جو متاخرین علمائے حدیث نے اس موضع پر تحریر وتقریر فرمائے ہیں مجھے اپنی عمر کی قسم! کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کے ایماندار ہونے کا علم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ متاخرین حضرات کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔"

"انوار محمدیہ" میں حضور نبی کریم ﷺ کے نسب پاک کی فضیلت و پاکیزگی کا ذکر اس طرح سے کیا گیا ہے کہ:

"حضرت بی بی حوا سلام اللہ علیہا نے حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بیٹوں کو بیس یکے بعد دیگرے حمل کے ذریعہ پیدا کیا اور پھر حضرت شیث اکیلے جنے۔ اس کی وجہ ہمارے سردار حضور نبی کریم ﷺ کی کرامت تھی کیونکہ آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت شیث کی طرف منتقل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام نے وصال سے قبل انہیں اس بارے میں وصیت کی۔ پھر حضرت شیث نے اپنے صاحبزادے کو آدم علیہ السلام کی وصیت کی۔ وہ یہ کہ اس نور مصطفیٰ ﷺ کو صرف پاکیزہ عورتوں کے رحم

Marfat.com

کے سپرد کرنا۔ یہ وصیت لگاتار جاری رہی حتیٰ کہ یہ نور اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب اور پھر ان کے صاجزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نسب پاک کو جاہلیت کے سفاح سے بچائے رکھا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود احادیث مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔"

فتح الربانی میں صاحب تصنیف نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کے بارے میں اور دیگر نسبی رشتہ داروں کے بارے میں ادب واحترام کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کفر کا قول کرنا ایک عقل مند کی ذلت ہے جو شخص منہ سے یہ بات نکالتا ہے تو اس نے دراصل حضور نبی کریم ﷺ کو تکلیف دینے کا اہتمام کیا کیونکہ ایک مرتبہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل نے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! لوگ میرے باپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو مردوں کے سبب سے زندوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے والد کے معاملہ میں یہ رعایت برتی گئی کہ اسے برا بھلا کہنے سے انہیں اذیت ہوتی ہے تو حضور نبی کریم ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں اور اولیٰ ہیں اور پھر یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابولہب کی بیٹی سبعیہ نے عرض کیا کہ لوگ مجھے چلا چلا کر کہتے ہیں کہ حطب النار کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا۔ آپ اس وقت سخت جلال میں تھے۔ آپ نے فرمایا:

"اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے

Marfat.com

ذریعہ مجھے تکلیف دیتے ہیں۔خبردار! جس نے مجھے میرے خاندان اور رشتہ داروں کے ذریعہ اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔"

☆☆☆

Marfat.com

رسول کریم ﷲ کے آباؤ اجداد کا ایمان

نجات یافتہ:

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد اور والدین کریمین کے ایمان کے بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: (چوتھی اور پانچویں صدی کے مشہور اماموں) امام حجتہ الاسلام محمد بن محمد غزالی و امام اجل امام الحرمین و امام ابن السمعانی و امام کیاہراسی و امام اجل قاضی ابو بکر باقلانی یہاں تک کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی (المتوفی 204ھ) کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے رسول کریم ﷲ کے تمام آباؤ امہات اقدس کا ناجی (نجات یافتہ ہونا سورج کی طرح روشن و ثابت ہے بلکہ بالا جماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماترید یہ سے مشائخ بخارا سب کا یہی مذہب ہے کہ نبی کریم ﷲ کے والدین کریمین ناجی ہیں۔ کتاب الخمیس میں کتاب مستطاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ سے نقل فرماتے ہیں ”بہت زیادہ اور بڑے بڑے اماموں کا یہی مذہب ہے کہ ابوین مصطفیٰ ﷲ ناجی ہیں، ان بڑے بڑے اماموں کی نسبت یہ گمان کیا جاتا ہے معاذ ﷲ ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور ان پر واقف ہوئے اور تہہ تک پہنچے اور ان سے وہ پسندیدہ جواب دیے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہ کرے گا اور نجات والدین شریفین پر ایسے دلائل قاطعہ قائم کیے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلائے سے نہیں ہل سکتے۔“

(رسائل تسع، ص85)

بارگاہ الٰہی میں پسندیدہ:

امام فخر الدین رازی، امام ابن حجر مکی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہم ﷲ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں کہ بے شک انبیائے کرام علیہم السلام کے آباؤ اجداد کا فرد مشرک نہیں ہوتے اور نبی

Marfat.com

کریم اللہ کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء کرام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں، ان کے سوا رسول کریم ﷺ کے جس قدر باپ اور مائیں آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام تک ہیں، ان میں کوئی بھی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاتا اور رسول کریم اللہ کے باپوں اور ماؤں کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی کہ وہ سب بارگاہ الٰہی میں پسندیدہ ہیں، سب باپ کرام اور ساری مائیں پاکیزہ ہیں اور آیۃ کریمہ: وتقلبك فى الساجدين (سورہ الشعراء آیت نمبر 219) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نور ایک ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اس سے صاف ظاہر و ثابت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ و حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہما پاک و مبارک اور اہل جنت ہیں کیونکہ وہ تو ان خاص الخاص بندوں میں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے لیے چنا (منتخب فرمایا) تھا اور یہی سچا و صحیح قول ہے۔ (رسائل تسع، ص30، 34، 54۔ اعلام النبوۃ، ص215، 236۔ 239)

افضل و بہتر:

بیہقی میں روایت ہے، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''میں محمد (ﷺ) ہوں، بن عبداللہ بن عبدالمطلب، بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان (اکیس پشتوں تک نسب نامہ بیان کر کے فرمایا) کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں آدم (علیہ السلام) سے لے کر اپنے والدین تک خالص اور صحیح نکاح سے پیدا ہوا تو میں میرا نفس کریم (میری جان) تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباؤ سے بہتر ہیں۔'' (رسائل تسع، ص179۔ دلائل النبوۃ بیہقی، ص1/174۔ الانساب، ص1/25۔ تاریخ مدینہ دمشق ابن

Marfat.com

عساکر، ص 3/48)

اللہ تعالیٰ کا پاک انتخاب:

امام جلال الدین سیوطی، علامہ امام ابن حجر کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ: یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کسی کا کسی سے بہتر ہونا، اللہ تعالیٰ کا کسی کو چننا (منتخب کرنا) اور کسی کو پسند فرمانا اور اس کی بارگاہ میں کسی کی افضیلت اس کے مشرک ہونے کے باوجود نہیں ہوسکتی یعنی کوئی مشرک یا مشرک سے نسبت کی وجہ سے کوئی ہرگز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ و برگزیدہ نہیں ہوسکتا۔"
(رسائل تسع ص 34)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے رسالہ میں ایک دلیل یہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ اعلم حیث یجعل رسالته (سورہ الانعام آیت نمبر 124) اللہ خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔ اس آیت سے گواہی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وضع رسالت کے لیے سب سے زیادہ محترم و معزز موضع (مقام) کا انتخاب فرماتا ہے اور اس نے کبھی رذیلوں اور پست لوگوں میں رسالت نہ رکھی تو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ کفر و شرک سے زیادہ ناپاک شے کیا ہوگی؟ وہ کہاں اس لائق کہ ان میں اللہ تعالیٰ نور رسالت رکھے، کفار و مشرک تو لعنت و غضب کا محل ہیں جب کہ نور رسالت کو رضا و رحمت کا محل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کا پاک نور کسی کفر و شرک والے وجود میں رکھنا کیسے پسند فرماتا!

اہل ایمان نے اس مزید تفصیل سے بخوبی جان لیا کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان میں شک و شبہ کرنا جب کہ کوئی قطعی اور صحیح و صریح دلیل بھی نہیں تو زبان و قلم سے کوئی گستاخی کرنا شدید غلطی اور سنگین معاملہ ہے جو ایذائے رسول (ﷺ) کا موجب ہے۔ علمائے اسلام نے واضح فرمایا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے حوالے سے زبان و قلم کو نہایت احتیاط لازم ہے کیونکہ اس باب میں بے احتیاطی سے بات کرنا رسول کریم ﷺ کو تکلیف و ایذا پہنچانا ہے جس کا نتیجہ و انجام بہت بھیانک اور سخت ہے۔

حجتہ الاسلام امام محمد غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو" یعنی ایک مسلمان

Marfat.com

پر گناہ کبیرہ کا الزام لگانے کے لیے دوسرے مسلمان کو اس قدر احتیاط ضروری ہے تو اندازہ کرلیا جائے کہ والدین کریمین کے ایمان کا (معاذ اللہ) انکار اس کی قطعی دلیل کے بغیر کیوں کر جائز ہوگا؟

حضور ﷺ کے والدین کریمین کا دور:

''مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ'' میں تحریر ہے کہ سیدنا رسول کریم ﷺ وسلم کے والدین کریمین کا حال عیاں وظاہر ہے اور اہل سنت و جماعت کے ہر عالم کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی بھی انہیں دعوت نہیں پہنچی اور ان دونوں کا زمانہ سب سے اخیر ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ سے قبل، آخر الانبیاء سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فترت کا زمانہ چھ سو (600) برس کے قریب ہے۔ پھر یہ کہ یہ دونوں ایسے زمانہ جاہلیت میں تھے کہ تمام زمین کی ہر جانب جہالت پھیل چکی تھی، اور شریعتوں کا اطلاق مفقود ہو چکا تھا اور صرف چند اہل کتاب کے علماء و احبار دعوتِ حق کی تبلیغ کرتے تھے، جو زمین کے مختلف اطراف میں مثلاً شام وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے اور ان دونوں کا سفر مکہ سے مدینہ کے سوا کہیں نہیں گزرہوا، اور نہ انہوں نے عمر طویل پائی کہ جس میں جستجو اور تلاش واقع ہوتی اور حضور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ نے تو بہت ہی تھوڑی عمر گزاری۔

حضرت امام حافظ صلاح الدین علائی رحمہ اللہ اپنی کتاب الدرۃ السنیۃ فی مولد خیر البریہ'' میں فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور سیدِ عالم ﷺ شکم والدہ ماجدہ سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا میں رونق افروز ہوئے، اُس وقت آپ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ (18) سال کے قریب تھی۔ پھر مدینہ منورہ اپنی بیوی کے لیے کھجوریں لینے کے لیے گئے تو قبیلہ بنی نجار میں اپنے ماموں کے گھر انتقال ہوگیا اور نبی کریم ﷺ قولِ صحیح کی بناء پر حمل میں ہی تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی اتنی ہی تھی وہ مردوں کے اجتماع سے کنارہ کش، پردہ نشیں اور گھر میں رہنے والی عورت تھیں اور اکثر عورتیں نہیں جانتی تھیں کہ مردوں کا دین و شریعت کیا ہے خصوصاً ایسے زمانہ جاہلیت میں جبکہ مرد عورتوں کی قدر و منزلت اور وقعت

Marfat.com

کچھ جانتے ہی نہ تھے۔

جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے، اور اعلانِ نبوت فرمایا، تو اہل مکہ آپ کی بعثت پر متعجب ہو کر کہنے لگے اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی کیا اللہ نے بشر کو رسول کر کے مبعوث کیا۔ ”اور کہتے وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآءِنَا الْاَوَّلِيْنَ یعنی اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اُتارتا، ہم نے ایسا تو اپنے گزشتہ باپوں سے سُنا تک نہیں۔“ لہٰذا اگر انہیں رسولوں کی بعثت کا علم ہوتا، تو ایسا انکار نہ کرتے، حالانکہ بہت سے اہل عرب یہ گمان رکھتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی دین پر مبعوث تھے جس پر وہ خود ہیں، کیونکہ اُنہوں نے حقیقی اور محفوظ طریقہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو پایا ہی نہ تھا اور ان کی شریعت کی معرفت مفقود تھی۔ اس لیے کہ ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زائد کا فاصلہ تھا۔

اہل فترت:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اس تصریح کو دیکھا جسے شیخ عزیز الدین ابن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”امالیہ“ میں بیان کیا کہ ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا گیا، بجز ہمارے نبی کریم ﷺ کے۔ فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر ہر نبی کے قوم کے ماسواء لوگ اہل فطرت ہوں گے مگر گزشتہ نبی کی اولاد۔ کیونکہ وہ گزشتہ بعثت کے مخاطب ہیں، مگر جبکہ وہ گزشتہ شریعت کے پڑھنے پڑھانے کو چھوڑ دیں، تو وہ سب اہل فطرت ہو جائیں گے۔ ان کا یہ کلام ظاہر کرتا ہے کہ بلا شک وشبہ حضور کے والدین شریفین اہل فطرت میں سے تھے کیونکہ وہ دونوں نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذریت سے ہیں اور نہ اُن کی قوم ہے۔

پھر یہ کہ جو حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اُس سے مترشح ہوتا ہے کہ گمان یہ ہے۔ کہ دو (2) وجھوں سے وہ دونوں بوقتِ امتحان مطیع و فرمانبردار حکم الٰہی ہوں گے۔

پہلی وجہ یہ ہے جسے حاکم نے ”المستدرک“ میں روایت کیا، اور اس کی صحت حضرت ابن

Marfat.com

مسعود رضی اللہ عنہ سے کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری جوان نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے والدین کو آگ میں دیکھا ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب سے جو مانگوں گا وہ مجھے والدین کے بارے میں ضرور عطا فرمائے گا اور یقیناً میں اس دن مقامِ محمود میں کھڑا ہوں گا یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے کہ مقام محمود کے قیام کے وقت، حضور کے والدین کو ضرور بھلائی حاصل ہوگی، اس کی صورت یہ ہوگی کہ جس وقت اہل فطرت کا امتحان لیا جائے گا تو ان کا بھی امتحان ہوگا۔ اُس وقت حضور ان کی شفاعت کریں گے، اور خدا ان کو اطاعت کی توفیق عنایت فرمائے گا۔ اس میں کوئی شک وتردد کی گنجائش نہیں کہ مقام محمود پر حضور کے قیام کے وقت کہا جائے گا۔ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ مانگئے دیا جائے گا شفاعت کیجیے قبول فرمائی جائے گی، جیسا کہ صحیح احادیث میں مروی ہے۔ لہٰذا جب حضور اس کا سوال کریں گے۔ تو حق تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے جسے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سیدا بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (پارہ 30۔سورۃ والضحیٰ)

ترجمہ: اور یقیناً عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی رضا اس میں ہے کہ آپ کے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں داخل ہو۔ اسی بناء پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیم فرمائی ہے کہ اس قول سے یہ گمان مستفاد ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے تمام گھر والے (اہل بیت) بوقت امتحان اطاعتِ الٰہی بجالائیں گے۔

تیسری وجہ یہ حضرت ابوسعید نے ''شرف النبی'' میں لکھا ہے کہ ایک جماعت نے حضور کی سیرت مبارکہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے رب سے سوال کروں گا کہ میرے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے، پس اللہ تعالیٰ میرے اس سوال کو قبول فرمائے گا'' اس حدیث کو حافظ محب الدین طبری اپنی کتاب ''ذخائر العقبیٰ'' میں لائے ہیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی شفاعت قبول ہوگی۔

ویلمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں، ثم الاقرب فالاقرب۔

اور وہ جو محبّ الدین طبری نے ''ذخائر العقبیٰ'' میں روایت کیا ہے، اور اُسے احمد نے مناقب میں عزیز رکھا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے بنی ہاشم کے لوگو! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر میں کسی جنتی گروہ کو بھیجوں گا تو سب سے پہلے تم ہی کو بھیجوں گا۔

اور یہ بھی انہوں نے روایت کیا، اور اسے ابن جریر نے عزیز کہا ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہے۔ جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہیں دے گی، بلکہ یہاں تک ہے کہ حکم پہنچ جائے اور وہ یمن کے دو قبیلوں میں سے ایک ہے۔ بے شک میں شفاعت کروں گا، لہٰذا مجھ سے شفاعت مانگو، تاکہ میں اُس کی شفاعت کروں، جو بھی شفاعت چاہے گا۔ اُس کی شفاعت قبول ہوگی۔ یہاں تک کہ ابلیس بھی شفاعت کی طمع کرے گا۔

علامہ زرکشی نے ''الخادم'' میں حضرت ابن دحیہ سے

نقل کیا ہے کہ شفاعت کے اقسام میں سے ایک قسم عذاب کی تخفیف ہے جیسا کہ ابولہب کے عذاب میں ہر پیر (دوشنبہ) کے دن کمی ہوتی ہے، کیونکہ اُس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی اور اپنی باندی ثوبیہ کو، جو آپ کی ولادت کی خوشخبری لائی تھی آزاد کیا کہتے ہیں کہ یہ تخفیفِ عذاب، نبی کریم ﷺ کی کرامت کی وجہ سے ہے۔

اہل فترت کا معاملہ:

بلاشبہ اہل فترت کے بارے میں احادیث مروی ہیں کہ قیامت کے دن اُن کا امتحان لیا جائے گا، اور آیات قرآنیہ ان کے غیر معذب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور حافظ العصر، شیخ

Marfat.com

الاسلام ابو الفضل، ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بعض اپنی کتابوں میں اس مسلک کی طرف مائل ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اُن آباؤ اجداد کے بارے میں جو بعثت سے پہلے انتقال کر چکے ہیں۔ حضور ﷺ کے اکرام اور آپ سے ذاتی قربیت کے لحاظ سے گمان یہ ہے کہ بوقتِ امتحان وہ فرمانبردار و مطیع ہوں گے۔"

امام فخر الدین رازی نے کہا کہ جو شخص شرک کی حالت میں مرگیا ہے وہ دوزخ میں ہے اگرچہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے مرگیا ہو، اس لیے کہ مشرکین نے دین ابراہیم علیہ السلام کی حنیفیت کو متغیر کر دیا تھا اور حنیفیت کے ساتھ شرک کو بدل دیا تھا اور شرک کا ارتکاب کیا تھا مشرکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی حجت نہیں ہے جو انہوں نے شرک اختیار کیا تھا، اول سے آخر تک جو رسول تھے ان کل کے دین سے، ان لوگوں کو ہمیشہ علم رہا ہے کہ شرک قبیح ہے اور شرک پر وعید ہے کہ اہل شرک دوزخ میں جائیں گے، یہ خبریں کہ اللہ تعالیٰ شرک مشرکین کو عقوبتیں کرے گا، ایک قرن سے دوسرے قرن کے بعد امتوں کے درمیان چلی آتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے اخبار اور حجتیں مشرکین کی عقوبتوں کے لیے نہ ہوتیں اور صرف توحید ربوبیت کی وہ فطرت ہوتی جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیا ہے اور یہ ہوتا کہ ہر ایک فطرت اور ہر ایک عقل میں محال ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان امور کا قائل کیا ہوتا تو یہ امور حجت میں کافی ہوتے اور اگرچہ اللہ تعالیٰ تنہا اس فطرت کے مقتضا کے سبب عذاب نہ دیتا (اس لیے کہ صحیح یہ امر ہے کہ ایمان واجب نہیں ہوتا مگر شرع کے ساتھ، نہ عقل کے ساتھ، آدمیوں نے اگرچہ اپنے عقول سے ادراک کیا لیکن جس شے کا انہوں نے ادراک کیا اس کے مقتضی پر عدم جاری ہونے پر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیتا) اہل زمین کو ہمیشہ یہ معلوم ہوتا رہا ہے، رسولوں نے روئے زمین پر مخلوق کو توحید کی طرف بلایا ہے، پس مشرک بتوں کی عبادت کرنے والا دوزخ میں عذاب کا مستحق ہوگا اس لیے کہ مشرک نے رسولوں کی دعوت کی مخالفت کی ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا ہے جیسے کہ اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہیں۔

اس ضمن میں علامہ عبداللہ الابی جو کہ مالکیہ سے ہیں انہوں نے صحیح مسلم کی شرح "اکمال

Marfat.com

الاکمال‘‘میں امام نووی کے اس قول کا تعقب کیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ جس حالت پر عرب لوگ تھے کہ بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، جو شخص اس فترت پر مرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔نووی کے آخر قول تک کا کیا معنی ہے؟ تم نووی کے کلام میں تامل اور غور کرو کہ کتنی منافات ہے،نووی نے تصریح کی ہے کہ وہ لوگ اہل فترت ہیں،اہل فترت وہ لوگ نہیں ہیں جن کو رسالت یا نبوت کی دعوت پہنچ چکی ہے،اس لیے کہ اہل فترت وہ امتیں تھیں جو رسولوں کے زمانہ میں پیدا ہونے والی تھیں یہ وہ لوگ تھے جن کی طرف اول رسول نہیں بھیجا گیا اور نہ ان لوگوں نے دوسرے رسول کو پایا، جیسے اعراب ہیں یعنی بادیہ کے رہنے والے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف نہ عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے اور نہ وہ لوگ نبی ﷺ سے لاحق ہوئے،فترت اس تفسیر سے اس زمانہ کو شامل ہے جو دو رسولوں کے درمیان ہے جیسے نوح اور ہود علیہ السلام کے درمیان فترت ہے،لیکن فقیہ لوگ جس وقت فترت کے باب میں کلام کرتے ہیں۔تو وہ اس فترت سے مراد لیتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کے درمیان ہے اور بخاری نے سلمان سے موقوف طور پر روایت کی ہے کہ فترت کی مدت چھ سو برس تھی، جب کہ دلائل قاطعہ قرآنی نے اس امر پر دلالت کی ہے کہ مشرکین پر تعذیب نہیں ہے یہاں تک کہ رسول کے بھیجنے سے ان پر حجت قائم ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا**۔ہم نے اس سے یہ جانا ہے کہ ایسے مشرکین کو عذاب نہ دیا جائے گا جن پر کوئی حجت قائم نہیں ہوئی ہے (کہ رسول کی دعوت ان کو نہیں پہنچی ہے) اگر تم یہ اعتراض کرو گے کہ بعض اہل فترت کی تعذیب میں احادیث صحیح وارد ہوئے ہیں جیسے یہ حدیث ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں دوزخ میں کھینچ رہا تھا اور میں نے صاحب محجن کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں تھا (صاحب محجن ایک مرد تھا کہ اپنے ساتھ ایک آنکڑا رکھتا تھا اور حاجیوں کا سامان چراتا تھا، جس وقت اس کے سرقہ کا علم ہو جاتا تو وہ سامان کے مالک سے کہہ دیتا کہ یہ شے خود میرے آنکڑے سے لٹک گئی تھی)

یہ بات قطعی دلالت سے ثابت ہو چکی ہے کہ حجت کے قائم ہونے سے پہلے عذاب نہیں دیا جاتا،تو ہم نے جان لیا کہ وہ مستحق عذاب نہیں ہیں۔اب اگر تم یہ کہو کہ اہل فترت کے

Marfat.com

عذاب دیے جانے پر صحیح احادیث ہیں، جیسے صاحب مجن وغیرہ، تو جواب میں کہوں گا کہ عقیل بن ابی طالب نے اس کا جواب تین طریقہ پر دیا ہے۔ پہلا تو یہ کہ ایسی تمام احادیث، اخبار احاطہ ہیں جو قطعی کے معارض نہیں ہوسکتیں دوسرا یہ کہ انہی لوگوں کے ساتھ عذاب مخصوص ہے جن کے نام احادیث میں آئے ہیں اور تعذیب کی وجہ کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے۔ تیسرا یہ کہ احادیث میں عذاب کی تخصیص انہی لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے دانستہ طریق کو بدلا اور شریعت میں تغیر کیا، اور بلا عذر گمراہی کو پھیلایا۔

قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حتىٰ نَبْعَثَ رَسُوْلاً (پارہ 15۔رکوع 2)

ترجمہ ''اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔''

یہی وہ آیتِ کریمہ ہے جس سے ائمہ اہل سُنت کے ایک طبقہ نے استدلال کیا ہے کہ بعثت سے پہلے لوگوں پر عذاب نہ ہوگا اور انہوں نے اس استدلال کے ذریعہ معتزلہ اور وہ لوگ جو عقل کے پیروکار ہیں، دونوں کا رد کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن جریر، اور حضرت ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی کو اُس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اُس کے پاس پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر یا اُس کی جانب سے کوئی یقینی دلیل نہ آ جائے۔

اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا:

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرىٰ بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (پارہ 5 رکوع 3)

ترجمہ ''یہ اس لیے کہ تمہارا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ اُن کے لوگ بے خبر

Marfat.com

ں۔"

اس آیت کریمہ کو علامہ زرکشی رحمہ اللہ "شرح جمع الجوامع" میں اس قاعدہ کے استدلال میں لائے ہیں کہ منعم یعنی نعمت دینے والے کا شکر بجالانا محض عقل سے واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ شرع سے واجب ہوتا ہے۔

فترت پر مرنے والے:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلاً فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ 20 رکوع 8)

ترجمہ "اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔"

اس آیت کریمہ کو علامہ زرکشی "شرح جمع الجوامع" میں لاتے ہیں، اور حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت "سندِ حسن" کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اَلْهَالِكُ فی الفترة بقول رب لم یأتنی کتاب ولا رسول ثم قراء هٰذِهِ الاية رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا الآیه

ترجمہ "فترت پر مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول، پھر حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا.........

رسول کی بعثت سے قبل:

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى۔

ترجمہ ''اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل ورسوا ہوتے۔''

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت علیہ العوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''فترت میں مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اس کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھی وَلَوْلَآ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ الآیہ''

رب تعالیٰ بلا وجہ ہلاک نہیں کرتا:

قرآن کریم میں ارشاد رب العالمین ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا الآیه

ترجمہ ''اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کی اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو اُن پر ہماری آیتیں پڑھے............

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

الا لم یهلك اللّٰه تعالیٰ اهل مکة حتّٰی بعث الیهم محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم فلما هلکوا (الحدیث)

ترجمہ ''مگر اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ہلاک نہ فرمایا یہاں تک کہ ان کی طرف حضور ﷺ کو بھیجا، پھر جب انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر ظلم کیا تو اس کی بناء پر وہ ہلاک ہوئے۔

Marfat.com

ڈرسنانے والے:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

(پارہ 19 رکوع 5)

ترجمہ ''اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈرسنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ کے تحت، حضرت عبداللہ بن حمید، ابن منذر، اور ابن حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُنہوں نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک نہ کیا مگر حجتہ و بینہ اور عذر کے بعد یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس رسولوں کو بھیجا، اور ان کی تنبیہ، نصیحت اور حجتہ کے لیے کتاب میں نازل فرمایا ''ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ'' فرماتا ہے ''ہم اُنہیں عذاب نہیں دیتے۔ مگر دلیل و حجت کے بعد''

اللہ تعالیٰ کی حجت:

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ الآيه (پ۔ع)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ النذیر سے مراد، کفار پر نبی کریم ﷺ کی بعثت سے حق تعالیٰ کا حجت قائم فرمانا ہے۔

اہل فترت کے متعلق احادیث مبارکہ:

روز محشر اُن لوگوں کا امتحان ہوگا جو اطاعت کریں گے وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جو نافرمانی کریں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔

Marfat.com

چار اشخاص کا جھگڑا:

حضرت امام احمد بن حنبل اور اسحاق راہویہ رحمہما اللہ نے اپنی اپنی مُسند میں، اور امام بیہقی نے ''کتاب الاعتقاد'' میں اس حدیث کی تخریج کی، اور حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے اس کی تصحیح کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار آدمی جھگڑا کریں گے۔ (1) ایک بہرا شخص، جو بالکل ہی نہ سُنے (2) دوسرا احمق شخص (3) تیسرا دیوانہ شخص، (4) چوتھا وہ جو فترت میں مر جائے۔

بہرا شخص کہے گا، اے خدا یقیناً اسلام آیا، لیکن میں کچھ سُن ہی نہیں سکتا تھا اور احمق کہے گا، اے رب بے شک اسلام آیا، مگر مجھ پر بچے مینگنیاں پھینکتے تھے اور دیوانہ (ہرم) کہے گا، اے رب بے شک اسلام آیا، مگر میں کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتا تھا اور وہ جو فترت میں مر جائے گا، کہے گا اے رب تیری طرف سے میرے پاس کوئی رسول آیا ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کا امتحان لے گا کہ کون اس کا فرمانبردار ہے، اور انہیں حکم دیا جائے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو آگ میں (حکم الٰہی سے) داخل ہو گیا، تو اُس پر وہ آگ ٹھنڈی سلامتی والی ہو جائے گی اور جو (حکم الٰہی سے) داخل نہ ہونا چاہے گا، تو اسے گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا۔

اسی ضمن میں حضرت احمد بن حنبل، اور حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ اپنی اپنی مُسند میں، اور ابن مردویہ، اپنی تفسیر میں، اور امام بیہقی ''الاعتقاد'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار شخص جھگڑا کریں گے۔ اس کے بعد حضرت اسود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مانند بیان کیا۔

امتحان و آزمائش:

حضرت بزار نے اپنی مُسند میں، حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ (1) فترت (2) معتوہ (دیوانگی) اور (3) پیدائش میں مرنے والے کو جب لایا جائے گا تو فترت میں مرنے والا شخص کہے گا، اے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اور معتوہ یعنی دیوانہ کہے گا، اے رب! تو نے مجھے عقل و سمجھ ہی عطا نہ فرمائی کہ میں اچھے بُرے کی تمیز کر سکتا اور بچہ کہے گا، میں نے عمل کا وقت ہی

Marfat.com

نہ پایا۔ فرماتے ہیں کہ پھر ان کے لیے بغرض امتحان و آزمائش آگ اٹھائی جائے گی، اور کہا جائے گا اسے اپنے اُوپر لوٹ لو، یا یہ کہا جائے گا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو شخص علم الٰہی میں، اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو سعید ہوتا، وہ آگ میں داخل ہو جائے گا اور جو علم الٰہی میں، اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو شقی و بدبخت رہتا، وہ آگ میں داخل ہونے سے رُک جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''سامنے سے دُور ہو جاؤ، تم نافرمان ہو، حالتِ غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ کیوں کر پیش آتے۔

اس حدیث کی سند میں عطیۃ العوفی کی وجہ سے ضعف ہے، اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، اور اس حدیث کے لیے اور بھی شواہد ہیں، جس سے اس کے حسن و ثبوت کا حکم مقتضی ہوتا ہے۔

جنتی اور جہنمی کا فیصلہ:

حضرت بزار و ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مُسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار شخص قیامت میں لائے جائیں گے، بچے، دیوانے، وہ جو فترت میں مرا، اور شیخ فانی بوڑھا ہر ایک اپنی اپنی برأت کی دلیل میں بولے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ جہنم کے دہانے کو حکم دے گا کہ کھل جا؟ پھر ان سے فرمائے گا میں (دنیا میں) بندوں کی طرف اپنی جانب سے اپنے رسولوں کو بھیجتا تھا اب میں بذاتِ خود تمہارے سامنے ہوں، اس جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اُس وقت جس کی تقدیر شقاوت لکھی جا چکی ہے کہے گا۔ اے رب کیا تو ہمیں وہاں داخل ہونے کا حکم فرماتا ہے، جسے ہم جانتے بھی نہیں اور جس کی تقدیر میں سعادت لکھی جا چکی ہے، وہ داخل ہو کر اس میں دوڑتا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جبکہ اب تم نے میری نافرمانی کی، تو میرے رسولوں کو تو اس سے بڑھ کر جھٹلاتے اور نافرمانی کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ سعید کو جنت میں اور شقی کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

فرمانبرداری کا امتحان:

حضرت عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل فترت مخبوط الحواس،

Marfat.com

گونگے، بہرے اور اُن بوڑھوں کو جنہیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، جمع کر کے فرشتوں کو اُن کے پاس بھیجے گا کہ انہیں (بغرض امتحان) جہنم کی آگ میں ڈال دیں، اُس وقت وہ کہیں گے کہ یہ کیوں ہے، ہمارے پاس تو رسول بھی نہ آئے؟ حضور فرماتے ہیں، خدا کی قسم اگر وہ آگ میں (حکم سنتے ہی) داخل ہو جاتے، تو یقیناً وہ آگ اُن پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جاتی۔ پھر بھیجا جاتا ان کی طرف تو اُس کی وہی فرمانبرداری کرتے، جسے خدا چاہتا کہ وہ فرمانبرداری اس کی کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا الأيه

ترجمہ "اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول کو نہ بھیجیں۔

اس حدیث کی سند بشرط بخاری و مسلم، صحیح ہے اور اس کی مثل پہلے سے کوئی رائے نہیں کہی گئی۔ لہٰذا یہ حکم میں مرفوع ہے۔

زمانہ جاہلیت کے لوگ:

حضرت بزار و حاکم نے اپنی "مستدرک" میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی، تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی پشتوں پر بتوں کو اُٹھائے ہوئے آئیں گے۔ رب تبارک و تعالیٰ اُن سے پوچھے گا، تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسولوں کو بھیجا ہی نہیں، اور نہ تیرا کوئی حکم نہیں آیا۔ اگر تو ہمارے پاس رسولوں کو بھیجتا، تو یقیناً تیرے بندوں و رسولوں، کی اطاعت کرتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائے گا، کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی حکم دیا جاتا، تو تم ہماری اطاعت کرتے؟ وہ کہیں گے ہاں! تب ان سے فرمائے گا، چلو جہنم کی طرف، اور اُس میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ چلیں گے یہاں تک کہ جب اُس کے قریب ہوں گے، تو جہنم کا غیظ و غضب پائیں گے اُس وقت اپنے رب کی طرف لوٹ کر کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نجات دے۔ تب حق تعالیٰ اُن سے فرمائے گا، کیا تم یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں، تو تم میری اطاعت کرو گے؟ پھر اللہ تعالیٰ اس پر ان سے عہد لے گا، اور دوبارہ حکم دے گا کہ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ چلیں گے۔ جب جہنم کو دیکھیں گے تو پھٹ جائیں گے، اور واپس

Marfat.com

ہو کر کہیں گے، اے رب ہم میں تفرقہ پڑ گیا اور ہم طاقت نہیں رکھتے کہ داخل ہو کر جہنم کو بھر دیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلی ہی مرتبہ داخل ہو جاتے، تو آگ اُن پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جاتی۔'' مستخرج حدیث حضرت حاکم فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

آگ میں داخلے کی آزمائش:

طبرانی وابو نعیم، بروایت حضرتِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ممسوح العقل (دیوانہ) زمانہ فطرت میں مرنے والے، اور خورد سالی میں مرنے والے بچے لائے جائیں گے۔ پس دیوانہ ((ممسوح العقل) کہے گا، اے رب اگر تو مجھے عقل دیتا، تو جو عقل مند نیک بختی کے کام کرتے ہیں، یقیناً میں بھی وہی کرتا۔ اور اہل فترت، اور خورد سال بچے بھی اس قسم کی بات کہیں گے۔ اس پر رب العزت فرمائے گا، اگر (اب بھی) میں تم کو کوئی حکم دوں، تو میری اطاعت کرو گے؟ وہ سب کہیں گے ہاں! پھر حکم دے گا، جاؤ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر وہ داخل ہو جاتے، تو آگ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچاتی، اور اُن پر آگ کے فرائض (یعنی جلانے کے افعال) کو دُور کر دیا جاتا۔ مگر انہوں نے یہی گمان کیا کہ وہ ویسا ہی ہلاک کرے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ وہ فوراً (بغیر آگ میں داخل ہوئے) واپس آ جائیں گے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ انہیں حکم دے گا، پھر وہ یونہی لوٹ آئیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم میرے حکم پر عمل کرنے والے نہیں ہو، اور میرے علم میں تھا کہ تم یونہی لوٹ آؤ گے (فرشتوں کو حکم دے گا کہ) انہیں آگ میں جھونک دو۔ پس فرشتے اُن کو پکڑ لیں گے۔

الکیاہراسی (یعنی علی بن محمد طبری شافعی المتوفی 504ھ) اپنی کتاب ''تعلیق'' میں، نعمت دینے والے کے شکر کے مسئلہ اصول میں فرماتے ہیں کہ:

''واضح رہنا چاہیے کہ تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام کے لیے شریعت میں نقل کے سوا عقل کی گنجائش نہیں ہے، اور نہ عقلی قضیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اہل حق کے سوا دیگر

Marfat.com

طبقے مثلاً روافض، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ احکام کی دو (2) قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ احکام ہیں جن کے لیے شریعت میں نقل کی ضرورت ہے، اور کچھ وہ احکام ہیں، جن کے لیے عقلی قضیوں کی حاجت ہے لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ پھر جب رسول تشریف لے آئے اور معجزہ قائم فرمادے، تب عاقل کے لیے غور کا امکان ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے واجبات کا علم، سمع یعنی سُننے سے حاصل ہوتا ہے پھر جب رسول آجائے تو اُس پر غور کرنا واجب ہے اس اُصول پر اگر کوئی یاوہ گو سوال کرے، اور یہ کہے کہ ایسا کوئی واجب نہیں کہ وہ طاعت تو ہو، مگر قربت نہ ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ پہلی بار غور کرتا کہ یہ سب سے پہلا واجب ہے، طاعت ہے مگر اس میں قربت نہیں ہے کیونکہ وہ معرفت کے لیے غور کرتا ہے، لہٰذا وہ مطیع ہے، اور قربت اس لیے نہیں ہے کہ وہی مقرب بنتا ہے اُس کی معرفت ہو جائے (گویا کہ معرفت کے بعد قربت کا درجہ ہے)

اہل فترت کی اقسام:

اہل فترت کی تین اقسام ہیں۔

اہل فترت کی ایک قسم یہ ہے کہ جس نے اپنی بصیرت سے توحید کو سمجھا، پھر کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی کی شریعت میں داخل نہ ہوئے، جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل، اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی رسول کی شریعت حقہ قائمہ میں داخل ہوئے، جیسے تبع اور اُس کی قوم۔

دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے تغیر وتبدل اور شرک کیا اور توحید پر قائم نہ ہوئے اور من گھڑت شریعت بنائی، جسے چاہا حلال جانا، جسے چاہا حرام جانا، ایسے لوگ بہت کثرت سے ہیں، جیسے عمرو بن لحی۔ سب سے پہلے جس نے اہل عرب میں بُت پرستی کا طریقہ رائج کیا اور اس کے احکام گھڑے، بحرالبحیرۃ سیب السائبہ وصل الوصیلہ اور حمی الحامی ہے اور عرب کی بہت بڑی جماعت اس کی من گھڑت شریعت کی پیروکار بن گئی اور وہ جنات اور فرشتوں کو پوجنے لگے۔ عورت مرد کی تصویریں (بت) بنائیں، اور ان کے لیے بت خانے تیار کیے، اور پردے لٹکائے، اور خانہ کعبہ میں لات وعزیٰ اور منات جیسے بُت رکھے۔

Marfat.com

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ تو شرک کیا، اور نہ توحید کا اظہار کیا اور نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے، اور نہ اپنے آپ کوئی شریعت گھڑی، اور نہ کسی دین کا اختراع کیا، بلکہ اپنی تمام عمر کو ان سب سے دُور رہ کر گزار دی، اور زمانہ جاہلیت میں اسی حال پر رہے۔

اب جبکہ اہل فترت کے تین قسم کے لوگ ٹھہرے، تو دوسری قسم کے لوگوں پر عذاب دیے جانے کا حکم صحت پر محمول ہوگا، کیونکہ اُنہوں نے کفر کیا، اور اس میں وہ مندور متصور نہ ہوں گے اور تیسری قسم کے لوگ، درحقیقت یہی لوگ اہل فترت ہیں یہ غیر مستحق عذاب میں ہیں قطعی طور پر جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔ اب رہے پہلی قسم کے لوگ! تو ان جیسوں کے لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو قس اور زید کے مشابہ ہوگا، انہیں ایک اُمت بنا کر اٹھایا جائے گا، لیکن قوم تبع وغیرہ، ان کا حکم دین والوں کی مانند ہوگا، گویا کہ اسلام میں داخل ہیں جب تک کہ اُن میں سے کوئی اسلام کو نہ پالے، کیونکہ اسلام ہر دین کو منسوخ کرنے والا ہے اسے آلابی نے بیان کیا۔

دین ابراہیمی پر قائم:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما سے بلاشبہ شرک کا صدور ثابت نہیں ہوا ہے، بلکہ وہ دونوں اپنے جدِ امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین حنیف پر گامزن تھے۔ جس طرح عرب کی ایک اور جماعت اس پر قائم تھی، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک پر ایک جماعت کا مذہب ہے۔

اسی نظریہ پر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں اس مسلک کی خوب وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ آپ کا چچا تھا (آپ کے والد تارخ تھے) اس پر علماء نے چند وجوہ سے حجت قائم کی ہے، چنانچہ اُن وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباؤ اجداد کافر نہ ہوتے تھے، اس پر چند دلائل قائم کیے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ

ترجمہ ''یہی لوگ ہیں جو آپ کو کھڑا دیکھتے ہیں اور آپ کو ساجدوں کی

Marfat.com

پشتوں میں منتقل کیا۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا نورِ پاک، ایک ساجد سے دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا رہا۔

اس دعویٰ پر یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے۔ اس طرح قطعی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہ تھے۔ بلاشبہ آزر آپ کا چچا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ارشاد باری تعالیٰ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کو دوسری وجوہات پر محمول کیا جائے گا اور جب تمام روایتیں موجود ہیں، اور ان میں تعارض و علافات بھی نہیں ہے، تو واجب ہے کہ آیتِ کریمہ کو سب پر محمول کریں۔ اُس وقت یہ بات درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہ تھے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اسی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے آباؤ اجداد مشرکوں میں سے نہ تھے، کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ یعنی ''بلاشبہ مشرک ناپاک ہیں'' یہ بات قطعی ہے کہ حضور کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو۔

زمانے میں بہتر و افضل:

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا یہ بعینہٖ کلام ہے، اور تمہیں ان کی امامت و جلالت، چون و چرا سے باز رکھتی ہے، کیونکہ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ میں اہل سنت کے امام، اپنے وقت میں مبتدع فرقوں کے رد میں قائم، اپنے زمانہ میں اشاعرہ کے مذہب کے ناصر، اور چھٹی صدی کے سرے پر ایسے مجدد و عالم مبعوث ہوئے تھے کہ اس اُمت کے دینی اُمور کو زندہ کر دیا تھا، اور میرے نزدیک اس مسلک کی تائید میں، اور وہ جو امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کچھ امور اور بھی ہیں۔ ایک تو وہ دلیل ہے جسے میں نے دو (2) مقدموں میں استنباط کیا ہے۔ پہلا مقدمہ یہ کہ احادیثِ صحیحہ دلالت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے آباؤ میں سے ہر شخص سیدنا آدم علیہ السلام سے آپ کے والدِ ماجد سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہتر و افضل

Marfat.com

رہے ہیں اور ہر ایک کے زمانہ میں کوئی دوسرا ان سے بہتر اور افضل نہ تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ احادیث و آثار و لالت کرتی ہیں کہ روئے زمین پر حضرت نوح یا حضرت آدم علیہما السلام کے عہد سے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ تک، پھر قیام قیامت تک ہمیشہ کچھ لوگ دین فطرت پر رہے اور رہیں گے، تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، توحید کو مانیں، اور نماز پڑھیں۔ انہی کی وجہ سے زمین قائم ہے، اور اگر وہ نہ ہوتے، تو زمین سیاہ ہو جاتی، اور اس پر رہنے والے بھی ہلاک ہو جاتے۔

جب ان دونوں مقدموں کو ملایا جائے، تو قطعی طور پر نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ اس لیے کہ یہ بات ہر ایک کے لیے ثابت ہے کہ وہ زمانہ میں سب سے بہتر رہا ہے۔ لہٰذا وہ حضرات جو دین فطرت پر رہے ہیں، اگر وہ آپ کے اجداد ہیں؟ تو یہی ہماری مراد ہے اور اگر ان کے سوا لوگ ہیں، اور (معاذ اللہ) وہ اجداد و آباؤ شرک پر ہیں؟ تو دو (2) باتوں میں ایک بات ضرور لازم آتی ہے۔ (1) یا تو مشرک مسلمان سے بہتر ہوگا حالانکہ یہ بالا جماع باطل ہے (2) یا یہ کہ دوسرے لوگ ان آباؤ اجداد سے بہتر ہوں گے۔ حالانکہ یہ بھی احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر واجب ہے کہ ان آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو، تا کہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں وہی سب سے افضل ہوں۔

سب سے بہتر و اعلیٰ:

امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اُنہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہر زمانہ میں بہتر لوگوں میں، میں منتقل کیا جاتا رہا ہوں، یہاں تک کہ مجھے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا، جس میں میں ہوں۔

امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کہ ہمیشہ لوگوں کے دو (2) گروہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، پھر مجھے والدین کریمین سے لے کر تولد کیا گیا لہٰذا زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز مجھ تک نہ پہنچی اور حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک نکاح سے منتقل ہوا، اور سفاح (بے حیائی) سے

Marfat.com

میں منتقل نہیں ہوا۔ اس لیے میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی، اور تمہارے والدین کے لحاظ سے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔

ابو نعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں متعدد اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں ہمیشہ اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں پاک و صاف اور مہذب منتقل ہوتا رہا ہوں جب بھی دو (2) قبیلے بنے، میں ان کے بہتر میں رہا۔

امام مسلم و ترمذی نے صحت کے ساتھ حضرت واثلہ اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا، اور اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں بنی کنانہ کو برگزیدہ کیا، اور بنی کنانہ میں قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔

حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے ''فضائل عباس'' میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ نقل کیا'' بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں حضرت ابراہیم علیہما السلام کو برگزیدہ کر کے خلیل بنایا، اور اولاد ابراہیم سے حضرت اسماعیل علیہما السلام کو برگزیدہ کیا، پھر اولاد اسماعیل سے نزار کو برگزیدہ کیا، پھر اولاد نزار سے مضر کو برگزیدہ کیا، پھر مضر سے کنانہ کو برگزیدہ کیا، پھر کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ پھر قریش سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو برگزیدہ کیا۔ پھر بنی عبد المطلب سے مجھے برگزیدہ کیا۔'' یہ حدیث المحب طبری نے ذخائر العقبیٰ'' میں سے بیان کی ہے۔

ابن سعد نے اپنے ''طبقات'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، عرب میں سب سے بہتر مضر ہے، اور مضر میں بہتر اولاد بنی عبد مناف ہے، اور بنی عبد مناف میں بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں بہتر بنی عبد المطلب ہیں۔ خدا کی قسم جب سے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا دو (2) گروہوں میں سے سب سے بہتر گروہ میں مجھے رکھا۔''

Marfat.com

سب سے افضل و بہتر:

حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ فرمائی، تو لوگوں نے رُوگردانی کی اور کہا کہ (محمد ﷺ) کی مثال تو ایسی ہے، جیسے کہ بنجر زمین میں کھجور کا درخت نمودار ہو جائے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے غضب کا اظہار فرمایا، اور کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر اُس کے دو (2) فرقے کیے، اور مجھے ان میں سے بہتر فرقہ میں کیا۔ پھر ان کے قبائل بنائے۔ پھر مجھے بہتر قبیلہ میں کیا، پھر ان کے خاندان بنائے پھر مجھے ان کے بہتر خاندان میں کیا۔ اس کے بعد فرمایا میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور تم سے خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

طبری نے ''الاوسط'' میں، اور بیہقی نے ''الدلائل'' میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل بیان کرتے ہیں کہ میں نے رُوئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو چھان مارا، لیکن میں نے کسی کو بھی محمد (ﷺ) سے افضل نہ پایا اور نہ کسی نبی کے باپ کو بنی ہاشم سے افضل پایا۔

حضرت حافظ ابن حجر ''امالیہ'' میں فرماتے ہیں کہ صحت کی تابانیاں ان امتوں کی پیشانیوں پر ظاہر ہیں، اور یہ امر بدیہی ہے کہ افضیلت و اصطفاء و برگزیدگی اور پسندیدگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضیلت، شرک کے ساتھ نہیں ہوتی۔

حضرت عبدالرزاق ''المصنف'' میں بروایت معمر از ابن جریج، وہ ابن مسیب سے وہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ ہر زمانہ میں روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان یا زیادہ ضرور رہے ہیں اگر وہ نہ ہوتے زمین تباہ و برباد ہو جاتی، اور اس پر رہنے والے بھی نہ رہتے۔ اس کی سند شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ اس کی مثل اس سے پہلے کسی نے نہیں کہا۔ لہٰذا اس کا حکم، مرفوع کے حکم میں ہے اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں بروایت الدبری (اسحاق بن ابراہیم الدبری) از عبدالرزاق اس کی تخریج کی۔

ابن جریر اپنی تفسیر میں، شہر بن حوشب سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا چودہ (14)

Marfat.com

اشخاص زمین پر ایسے ضرور رہتے ہیں جن کی وجہ سے اہل زمین سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ا
انہیں برکت ملتی ہے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ کہ وہ اپنے زمانہ میں تنہا تھے۔

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ سے اس آیت کریمہ۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ ○ الایہ (پارہ 1 رکوع 4)

ترجمہ: ''ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اُتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو میری ہدایت کا پیرو ہو۔

کے تحت نقل کرتے ہیں کہ قتادہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہمیشہ اولیاء کو موجود رکھا ہے اور جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو اُتارا کسی وقت بھی زمین کو شیطان کے لیے خالی رکھا۔ ہر زمانہ میں زمین میں اولیاء رہے اور اس کی اطاعت میں مشغول رہے۔

حافظ ابو عمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن قاسم نے حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہمیشہ اپنے ولی کو رکھا جب تک اس میں شیطان کا دخل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے 'الزہد' میں اور حضرت خلال نے ''کتاب کرامات الاولیاء'' میں شیخین کی شرط پر سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی کہ انہوں نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سات (7) ایسے شخصوں کو موجود رکھا، جن کی بدولت اہل زمین سے اللہ تعالیٰ نے بلاؤں کو دُور فرمایا۔'' یہ حدیث بحکم مرفوع میں ہے۔

حضرت ازرقی (یعنی امام ابو ابولید محمد بن عبدالکریم ازرقی التوفی 223ھ رحمۃ اللہ نے ''تاریخ مکہ'' میں زہیر بن محمد سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا رُوئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان ہمیشہ رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اُس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

Marfat.com

جندی نے ''فضائلِ مکہ'' میں مجاہد سے روایت کی کہ اُنہوں نے فرمایا کہ ہمیشہ رُوئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہوجاتے۔

حضرت امام احمد نے ''الزہد'' میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں ہمیشہ چودہ (14) شخص رہے ہیں جن کی بدولت عذاب دُور ہوتا رہا ہے۔

اور الخلال نے ''کتاب کرامات الاولیاء'' میں زاذان سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں بارہ (12) یا زیادہ وہ ایسے افراد سے کبھی خالی نہ رہی جن کی بدولت زمین سے عذاب دُور ہوتا رہا۔

اور ابن منذر سندِ صحیح کے ساتھ اپنی تفسیر میں بہ تحت آیتِ کریمہ۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ الایہ۔

(پارہ 13 رکوع 18)

ترجمہ ''اے رب مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا...........

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا، اس دعا کی وجہ سے اولادِ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

مذکورہ اخیر کی تینوں حدیثوں میں 'نوح علیہ السلام کے بعد'' کی قید وارد ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام انسان ہدایت پر تھے۔

بزار نے اپنی مُسند میں، اور ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفسیروں میں، اور حاکم نے ''المستدرک'' میں صحت کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے تحت:

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً

Marfat.com

ترجمہ ''تمام لوگ ایک اُمت تھے۔

نقل کیا کہ اُنھوں نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس (10) قرن گزرے، وہ سب شریعت حقہ پر تھے، پھر جب اختلاف رُونما ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا اور فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت میں اس طرح ہے کہ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا''

اور ابو یعلی، طبری، اور ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ بہ تحت آیت کریمہ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا، وہ سب دینِ اسلام پر تھے۔

اور حضرت ابنِ ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیتِ کریمہ کے تحت نقل کیا کہ اُنھوں نے فرمایا ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس (10) قرن کا فاصلہ تھا، اور وہ سب کے سب ہدایت اور شریعت حقہ پر قائم تھے۔ پھر جب اس کے بعد اختلاف رُونما ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ پہلے رسول تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

آباؤ اجداد کا دین:

ابن سعد نے ''الطبقات'' میں دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا کہ اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے آباؤ اجداد گزرے، وہ سب دین اسلام پر تھے۔

اور ابن سعد نے بسندِ سفیان بن سعید ثوری، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے، نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا حضرتِ آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس (10) قرن تھے، وہ سب کے سب دین اسلام پر تھے۔

قرآن کریم میں حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرہ میں ہے کہ

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیْ

Marfat.com

مُؤمِنًا (پارہ 29 سورۃ نوح)

ترجمہ ''اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے اہل بیت میں سے مومن ہیں انہیں بخش دے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند سام، اجماع اور نصِ قرآنی سے مومن تھے اس لیے کہ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ کشتی میں نجات پائی، اور کشتی میں اُسی نے نجات پائی ہے جو مسلمان تھا اور قرآن کریم میں ہے کہ:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ ○

ترجمہ ''اور ہم نے نوح کی اولاد کو ہی باقی رہنے والا بنایا۔''

بلکہ ایک اثر (حدیث) میں تو یہ ہے کہ سام نبی تھے۔ اسے ابن سعد نے ''طبقات'' میں، زبیر بن بکار نے ''الموفقیات'' میں، اور ابن عساکر نے اپنی ''تاریخ'' میں، کلبی سے نقل کیا ہے۔'' اور سام کے فرزند ارفخشد کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے کہ وہ ایمان دار تھے، اسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر'' میں نقل کیا۔ اُس میں ہے کہ ''ارفخشد نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کو پایا، اور انہوں نے ان کے لیے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کی اولاد میں ملک و نبوت رکھے۔'' اور ارفخشد کی اولاد سے تارخ (والد ماجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام) تک ایک اثر میں تصریح آئی ہے کہ وہ سب ایمان دار تھے۔

اور ابن سعد نے ''الطبقات'' میں بسندِ کلبی از ابو صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہم نقل کیا کہ حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت کشتی سے اُترے تھے، تو وہ ایک قریہ میں اُترے، اُن کے ساتھ جتنے افراد تھے ہر ایک نے ایک ایک گھر تعمیر کیا اور آبادی کا نام رکھا ''سوق الثمانین'' (یعنی اسی (80) آدمیوں کا بازار، چونکہ حضرتِ نوح علیہ السلام کے ساتھ اسی (80) آدمی تھے) اور قابیل کی ساری اولاد غرق ہو گئی اور حضرت نوح علیہ السلام کے والدین، حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب دین اسلام پر تھے۔ پھر جب ''سوق الثمانین'' اُن کی اولاد پر تنگ ہو گیا، تو پھر بابل کی طرف رُخ کیا اور وہاں مکانات بنائے، پھر ان کی اولاد کی کثرت ہوئی حتیٰ کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ وہ سب کے سب اسلام پر تھے، اور

Marfat.com

اس وقت تک سب اسلام پر قائم رہے جب تک کہ ان میں سے بابل میں نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام ان کا بادشاہ بنا، اُس وقت نمرود نے ان کو بتوں کی پرستش کی طرف بلایا اور وہ کرنے لگے۔

نورنبوت آباء کرام میں:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

میں نے امام ابوالحسن ماوردی رحمۂ اللہ کا وہ ارشاد دیکھا ہے، جوانہوں نے امام فخرالدین رحمۂ اللہ کے کلام کی طرف کیا ہے، مگر وہ اتنا صریح نہیں ہے جتنا انہوں نے اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' میں صراحتاً فرمایا ہے (وہ کہتے ہیں کہ) جبکہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اس کے انبیاء، اس کے بندوں کی اعلیٰ خصلت، اور اُس کی مخلوق میں بہترین صفت و افضلیت پر ہوتے ہیں، اور جب بھی اُنہیں حقوق الٰہی قائم کرنے اور لوگوں کی ہدایت کرنے پر مقرر فرمایا جاتا ہے، تو لوگوں کے معزز و مکرم ترین عناصر میں سے اُنہیں منتخب کر کے محکم اور امر کے ساتھ اُنہیں برگزیدہ فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص بھی ان کے نسب پر اعتراض اور اُن کے منصب پر جرح نہیں کرسکتا، تاکہ قلوب حمیدہ اور جانیں اُن کے آگے بہت زیادہ جھک جائیں اسی بناء پر لوگ اُن کی دعوت کو قبول کرنے میں جلدی کرتے، اور اُن کے احکام کی خوب فرمانبرداری کرتے رہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو پاکیزہ نکاحوں سے منتقل فرمایا، اور فواحش کی پلیدی سے آپ کو محفوظ رکھا، اور اصلابِ طاہرہ سے ارحام طیبہ کی طرف آپ کو منتقل فرماتا رہا۔

بلاشبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ:

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

ترجمہ ''اور آپ کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل کرتا رہا۔

کی تفسیر و تاویل میں فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری کا مطلب یہ ہے کہ اصلاب طاہرہ یعنی ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف منتقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اُمت کا نبی بنا کر بھیجا۔ لہٰذا نورِ نبوت، آپ کے آباء کرام میں ظاہر رہا پھر یہ کہ حضور کی ولادت کے وقت تک والدین کی جانب سے آپ کے کسی بھائی بہن نے بھی شرک نہیں کیا، یہ

Marfat.com

اس لیے کہ ان دونوں کی صفت بھی آپ کی طرف منسوب ہوسکتی ہے، اور ان کے نسب کا قصور بھی آپ پر عائد ہوسکتا ہے تاکہ آپ نسب کے ساتھ ایسے خاص ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے انتہا اور بے مثالی کے لیے نہایت قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس نسب میں جو بھی آپ کا شریک ومماثل ہوا اُسے بھی اس سے دُور رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو آپ کی صغرسنی میں ہی وفات دے دی۔ چنانچہ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کے دورانِ حمل میں ہوا، اور آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال، آپ کی چھ (6) برس کی عمر شریف میں ہوگیا۔ اب جبکہ تم کو آپ کے نسبِ مبارک کا حال، اور آپ کی ولادت کی طہارت کا پتہ چل گیا ہے، تو تمہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ آباءِ کرام کا سلسلہ کیا ہوگا۔ آپ کے آباء میں سے کوئی بھی رذیل خصلت، اور مقبوح عادت والا نہیں ہے، بلکہ سب کے سب سردار و پیشواء اور شریف النسب تھے۔ کیونکہ مقامِ ولاوت کی طہارت، نبوت کے شرائط میں سے ہے" انتہیٰ کلام الماوردی۔

اور حضرت ابوجعفر نحاسی "معانی القرآن" میں بہ تحتِ آیت کریمہ:

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

ترجمہ "اور آپ کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ پاکیزہ اصلاب میں آپ کو منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی پیدا فرمایا۔"

تنقل احمد نوراً عظيما — تلالا في جباء الساجدينا
تقلب فيهم قرناً فقرنا — انى ان جاء خير المرسلينا

مطلب یہ کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کے نورِ عظیم کو منتقل کر کے سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکاتا رہا، اور اُن میں یکے بعد دیگرے بدلتا رہا، یہاں تک کہ خیر المرسلین تشریف لے آئے۔"

انہی نے یہ بھی کہا ہے کہ:

حفظ الاله كرامة لمحمد — اباءهٗ الامجاد صونا لاصحه
تركوا السفاح فلم بصبهم عاده — من ادم الى ابيد وامه

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بزرگی کو محفوظ رکھا۔ آپ کے آباء کرام آپ کے اسمِ

Marfat.com

مبارک سے محفوظ رہے۔ اُنہوں نے فحاشی کو کبھی ہاتھ نہ لگایا لہٰذا کوئی عیب اُنہیں نہ چھو سکا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر آپ کے والدین کریمین تک سب نیک اور ساجد تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے انبیاء علیہم السلام کی امہات کی جستجو کی، تو ان سب کو مومن پایا چنانچہ سیدنا اسحاق وموسیٰ و ہارون وعیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں، اور حواء اُم شیث علیہ السلام کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے، احادیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ اوران کی اولاد کی مائیں، اور داؤد وسلیمان زکریا یحییٰ، شمویل وشمعون اور ذوی الکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایماندار ہونا مذکور ہے اور بعض مفسرین نے اُم نوح اور اُم ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے اور اسے ابن حبان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی والد کافر نہ تھا، اسی وجہ سے انہوں نے دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا

ترجمہ ''اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں مسلمان داخل ہو بخش دے۔

حضرت امام قسطلانی اپنی کتاب ''مواہب لدنیہ'' میں فرماتے ہیں: ''اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے والدین کی نجات کا قائل ہے اس نے اس طور پر بھی تمسک کیا ہے کہ آپ کے والدین ماجدین نے بعثت سے پہلے فترت کے زمانہ میں وفات پائی ہے (یہ وہ زمانہ ہے جس میں نزول وحی اور احکام موقوف تھے) بعثت سے پہلے جو کوئی مر جائے تو اس کے لیے تعذیب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اہل کلام اور اصول سے اشاعرہ نے اور شافعیہ سے فقہاء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ جو شخص ایسے حال میں مر گیا کہ دعوت نبوت اس کو نہیں پہنچی تو وہ ناجی مرا۔'' (ص92)

والدین کریمین زمانہ فترت میں:

امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

کل علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین اہل فترت کی تیسری قسم سے ہیں اور ان کو زمانہ کے تاثر کی وجہ سے دعوت نہیں پہنچی اور ان کے درمیان اور انبیائے سابقین کے درمیان دوری رہی ہے اور یہ دونوں اس جاہلیت کے زمانہ میں تھے کہ شرق اور غرب میں جہل عام ہو گیا تھا اور جو لوگ شریعت کو پہچانتے تھے وہ مفقود ہو گئے تھے اور دعوت کی وجہ پر تبلیغ دعوت کرنے والے نہیں رہے تھے مگر تھوڑے، چند لوگ علمائے اہل کتاب سے اقطار زمین میں، جیسے شام وغیرہ ملک ہیں ان میں پراگندہ تھے اور ان لوگوں کو سوا مدینہ کے کہیں سفر کا موقع نہیں ملا اور نہ ان کو ایسی درازعمر دی گئی کہ مطلوب کی جستجو کی ان کو قدرت ہوتی اور آپ کی والدہ ماجدہ پردہ نشین تھیں، مردوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تھیں کہ شرائع کا احوال معلوم کر سکتیں (ص 99 تا 103، ج 1، سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ، مترجم عبدالجبار خاں آصفی، مصدق علمائے دیوبند، مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن 1342ھ)

اس کے بعد امام قسطلانی مزید فرماتے ہیں: ’’بعض علماء نے آپ ﷺ کے والدین ماجدین کے ایمان کے استدلال میں کلام کو طول دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس عالم کو اس کے قصد جمیل پر ثواب عطا فرمائے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی بعض کتابوں میں کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس آل کے ساتھ یہ ظن ہے جو آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے مر گئی ہے کہ قیامت کے دن امتحان کے وقت وہ مطیع ہو گی اور آپ ﷺ کے اکرام کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گی تاکہ جنت میں ان کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کتاب الاحکام میں کہا ہے (اور ایسا ہی اصابہ میں ہے) ہم امید کرتے ہیں کہ عبدالمطلب اور آپ کے جملہ اہل بیت، ان لوگوں میں جو جنت میں داخل ہوں گے، ایسے حال میں جنت میں داخل ہوں گے جو مطیع ہوں گے، پس وہ نجات پائیں گے (اس لیے کہ وہ شے وارد ہوئی ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عبدالمطلب حنیفیت اور توحید پر قائم تھے، عبدالمطلب نے صلیب اور صلیب کی عبادت کرنے والوں پر تبرا کیا تھا) (مواہب لدنیہ جلد اول ص 104)

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان

اس حوالے سے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت مختصر اور جامع انداز میں بحث فرمائی ہے آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں۔

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰكَ بِـالْحَقِّ بَشِيْـرًاوَّنَـذِيـرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (سورہ البقرہ آیت 119)

خیال رہے کہ اس مسئلہ میں چار قول ہیں ایک یہ کہ یہ دونوں حضرات نہ زندگی میں مومن تھے نہ موت کے وقت اور نہ اب یہ قول ملا علی قاری وغیرہم کا ہے دوسرے یہ کہ اس میں خاموشی چاہیے ان کا حال رب جانے، تیسرے یہ کہ دونوں حضرات بروقت موت تو ایمان پر نہ تھے لیکن اب مومن ہیں۔ چوتھے یہ کہ وہ زندگی میں موحد مومن تھے بروقت وفات بھی توحید پر قائم رہے اور اب وہ دین اسلام پر ہیں یہ اخیر قول ہی صحیح ہے جمہور علماء کا یہی عقیدہ ہے سکوت کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کے ایمان و کفر دونوں کے دلائل ملتے ہیں لہٰذا اس مسئلہ میں زبان نہ کھولنی چاہیے اور ان کے متعلق نیک گمان ہی لازم ہے جو لوگ کہ انہیں زندگی میں کافر اور اب مومن مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بعض روایتوں سے ان کا مشرک ہونا معلوم ہوتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انہیں حج وداع کے موقعہ پر زندہ کر کے کلمہ پڑھایا جیسے کہ شامی نے امام قرطبی اور امام ناصر الدین وغیرہم سے روایت کی جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ پہلے بھی ایمان پر نہ تھے اور اب بھی نہیں۔ وہ کچھ آیتیں کچھ احادیث کچھ بزرگان دین کے اقوال اور دلائل عقلی پیش کرتے ہیں۔ پہلی دلیل یہی آیت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے والدین کا حال دریافت کرنا چاہا تو فرمایا گیا کہ آپ جہنمیوں کا حال نہ پوچھیے

Marfat.com

معلوم ہوا کہ وہ حضرات اس وقت بھی جہنمی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک ان کی دوسری دلیل ایک بار حضور علیہ السلام نے اپنی والدہ کے لیے دعائے مغفرت کی اجازت چاہی تب یہ آیت اتری مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِي قُرْبٰي جس میں فرمایا گیا کہ آپ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت نہ کریں جس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ وہ اب بھی مشرک ہیں ان کی تیسری دلیل مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں معلم کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رولایا اور فرمایا کہ میں ان کی مغفرت کے لیے رب سے اجازت چاہی تھی نہ ملی اور ان کی زیارت قبر کی اجازت چاہی مل گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمنہ خاتون مومنہ نہیں ہیں، معاذ اللہ ان کی چوتھی دلیل حضور علیہ السلام نے ایک بدوی سے فرمایا کہ میرے اور تمہارے والد دوزخ میں ہیں نیز دوسری روایت میں آتا ہے کہ دو (2) صاحبوں نے پوچھا ہماری مائیں کہاں ہیں تو فرمایا دوزخ میں انہوں نے پوچھا آپ کی والدہ کہاں ہیں تو فرمایا میری والدہ بھی تمہاری ماں کے ساتھ ہیں معلوم ہوا کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ ان کی پانچویں دلیل امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ حضور کے والدین ماجدین نے کفر پر وفات پائی۔ امام کے قول کے ہوتے ہوئے حنفیوں کو حق نہیں کہ ان کو مومن مانیں۔ ان کی چھٹی دلیل والدین کریمین کو زندہ کر کے امان دینا عقل ونقل کے خلاف ہے نقلاً اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے عقلاً اس واسطے کہ نزع سے پہلے کا ایمان معتبر ہے۔ وقت موت اور بعد موت کا ایمان نا قابل قبول بلکہ عذاب الٰہی دیکھ کر زندگی میں بھی معتبر نہیں ہوتا دیکھو فرعون ڈوبتے وقت ایمان لایا تو فرمایا گیا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ مِنْ قَبْلُ پہلے نافرمانی کر کے اب ایمان لاتا ہے تو ان دونوں حضرات کا وفات کے بعد ایمان کیسے معتبر ہوگا رب فرماتا ہے وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ نیز قیامت سے پہلے مردوں کا اٹھنا بھی خلاف عقل ہے۔

ایمان پر دلائل:

محققین علما یہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں حضرات اپنی زندگی اور وفات میں موحد مومن تھے اور اب مسلمان بلکہ مسلمانوں کے سردار صحابی ہیں وہ جہنم کے قریب بھی نہیں ہمارے دلائل حسب

Marfat.com

ذیل ہیں۔ ہماری پہلی دلیل یہ ہی آیت کریمہ ان کے متعلق جو نشان نزول بیان کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے۔ دیکھو کتاب التعظیم والسنہ مصنفہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ بلکہ اس کے معنی تو وہ ہیں جو کہ ہم عرض کر چکے کہ آپ سے جہنمیوں کے بارے میں سوال ہی نہ ہوگا کیونکہ آپ کے والدین جنتی ہیں۔ سوال کیسا۔ دوسری دلیل رب فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ ایک قرأت میں ف کے فتح سے ہے یعنی تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت میں تشریف لائے اور کافر نفیس نہیں بلکہ خبیث ہے، معلوم ہوا کہ حضور کے والدین بلکہ سارے آباؤ اجداد اعلیٰ مومن ہیں ہماری تیسری دلیل رب فرماتا ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ اے نبی علیہ السلام ہم آپ کو مومنین کی پشتوں اور شکموں میں دورے کو دیکھ رہے ہیں یعنی از آدم تا عبداللہ آپ کے سارے آباؤ اجداد مومن اور عابد رہے دیکھو تفسیر مدارک و جمل وغیرہ ہماری چوتھی دلیل۔ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں بروایت بخاری ہے کہ حضور فرماتے ہیں بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُدُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ انسانوں کی بہتر جماعت میں منتقل ہوتے رہے یعنی آپ کے نور کی گردش بھی پاک پیٹھوں اور پیٹوں میں رہیں اور پیدائش شریف بھی بہترین پشت وشکم سے ہوئی اور مشرک خیر نہیں بلکہ شر ہے۔ ہماری پانچویں دلیل۔ مشکوٰۃ زیارت القبور کی حدیث وہ کہ حضور علیہ السلام کو آمنہ خاتون کی قبر کی زیارت کی اجازت ملی نہ کہ استغفار کی اگر وہ کافر ہوتیں تو زیارت قبر کی اجازت نہ ملتی قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ جس سے معلوم ہوا کہ کفار کی قبر کی زیارت منع ہے۔ رہا استغفار کی اجازت نہ ملنا وہ اس لیے نہیں کہ وہ کافر تھیں بلکہ اس لیے کہ وہ بے گناہ ہیں۔ گنہگار تو وہ ہو جس کو شرعی احکام پہنچیں اور وہ ان کی مخالفت کرے ان تک شریعت کے احکام پہنچے ہی نہیں اسی لیے بچے کی نماز جنازہ میں دعا مغفرت نہیں ہوتی۔ رہا حضور کا گریہ فرمانا وہ محبت فرزندی کے جوش سے ہے کہ آج وہ زندہ ہوتیں تو ہماری اس شان کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی فرماتیں۔ ہماری چھٹی دلیل۔ آج تک دلیل قوی تو کیا کسی ضعیف دلیل سے بھی ان دونوں صاحبوں کی بُت پرستی یا عقیدہ کفر ثابت نہیں ہوا بلکہ ان کے اقوال سے ان

Marfat.com

کے ایمان کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب العظیم والسنہ میں بروایت دلائل النبوت مصنفہ ابونعیم بیان کیا کہ آمنہ خاتون نے اپنی وفات کے وقت حضور ﷺ کے چہرہ پاک پر حسرت سے نظر کی اور ان کی یتیمی پر خیال کر کے یہ اشعار پڑھے۔

بَارَکَ اللّٰہُ نِیْکَ مِنْ غُلَامِیْ ‏ یَا ابن الَّذِیْنَ مِنْ حُرْمَۃِ الحَمَام،
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَام ‏ مِنْ عِنْدِذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام
تَبْعَثُ فِی الْحَلِّ وَالْحَرَام ‏ تَبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَام
دِیْنَ اَبِیْکَ البربراھام ‏ فَاللّٰہُ اَنْھَاکَ عَنِ الْاَصْنَام

یعنی اے بیٹے اللہ تجھے برکت دے۔ مجھے یقین ہے کہ تم رب کی طرف سے ساری مخلوق کے نبی ہو گے اور حل و حرم، عرب و عجم میں اسلام پھیلاؤ گے۔ اللہ تمہیں بت پرستی سے بچائے گا، اور دین ابراہیمی تم سے پھیلائے گا، اور پھر فرمایا:

وکل کثیر یفنی وانا میتة وذکری باقٍ و قد ترکت خیراً وولدت طھرًا۔

یعنی میں تو مر جاؤں گی مگر میرا ذکر قیامت تک رہے گا کیونکہ میں نے بہترین چیز یعنی فرزند چھوڑا ہے اس سے ان کے دین ابراہیمی پر قائم ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ ہماری ساتویں دلیل۔ حضور کی پیدائش سے پہلے آپ کی تشریف آوری کی دھوم مچ گئی تھی۔ لوگ آپ کی نبوت آپ کے ہمت شکنی اور دیگر صفات کے خطبے پڑھ رہے تھے حضرت عبداللہ نے بہت سے عجائب خود دیکھے تھے آمنہ خاتون نے حمل شریف اور ولادت پاک میں بہت معجزات مشاہدہ کیے حتیٰ کہ اصحاب فیل کا عجیب و غریب واقعہ دیکھا کہ اس حمل پاک کی برکت سے جماعت فیل کو ابابیل نے مار دیا زمانہ حمل میں ہر ماہ ایک پیغمبر خواب میں حضرت آمنہ کو حضور ﷺ کی بشارت ان کے اوصاف کی خبر دیتے رہے۔ ایک دفعہ حلیمہ دائی نے آپ سے عرض کیا کہ تمہارے فرزند کا سینہ چاک کیا گیا ہے میں ڈرتی ہوں تو آپ نے فرمایا مت ڈر یہ سچے نبی ہیں انہیں شیطان وغیرہ نقصان نہیں پہنچا سکتے وغیرہ وغیرہ تو کیوں کر ممکن ہے کہ یہ باتیں دیکھ کر بھی وہ بت پرست ہی رہیں۔ ہماری آٹھویں دلیل ابولہب نے حضور ﷺ کی پیدائش کی تھوڑی سی خوشی کی تو اسے

Marfat.com

عذاب میں تخفیف ہو گئی۔ آپ کی قبر انور عرش اعظم سے افضل جس مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام رہے وہ عرش سے اعلیٰ جس سیپ میں موتی رہے وہ قیمتی تو جو والدہ پاک نو مہینہ اس دریتیم کو اپنے صدف شکم میں رکھے اور ان کے پیدا ہونے کی خوشیاں منائے کیونکر ممکن ہے کہ وہ جہنمی ہو۔ ہماری نویں دلیل رب فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم کسی قوم کو بغیر ان میں رسول بھیجے ہوئے عذاب نہیں دیتے تو ان دونوں صاحبوں کی طرف دعوت تبلیغ ہی نہیں پہنچی تو عذاب کیسا۔

دسویں دلیل شیخ فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر کی ماں کافر نہ ہوئیں تو حضور کی والدہ کا کافر ہونا کیونکر ممکن ہے۔ ہماری گیارہویں دلیل اصحاب فترت یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیانی لوگوں کے لیے فقط عقیدہ توحید کافی ہے اور اسی سے ان کی نجات ہے یہ دونوں صاحب عین جوانی میں وفات پا گئے چنانچہ حضرت عبداللہ کی عمر پچیس سال ہوئی اور آمنہ خاتون کی اس سے بھی کم لہٰذا انہیں صحبت کفار کم ملی۔

ہماری بارہویں دلیل ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر دعا کی تھی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ مولیٰ ہماری اولاد میں ایک مسلمان جماعت رکھنا پھر فرمایا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اور اسی مسلمان جماعت میں آخری نبی بھیجنا وہ دعا حضور ﷺ سے پوری ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مسلم جماعت سے پیدا ہوئے اس کی تفسیر ان آیات کی تفسیر میں دیکھو۔

والدین کریمین مومن وموحد تھے:

اس آیت کا نزول حضور ﷺ کے بارے میں ہے ہی نہیں دیکھو شامی اور کتاب التعظیم والمنہ اور تفسیر کبیر وعزیزی وغیرہ لیکن دوسری دلیل اس لیے کہ یہ آیت مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ حق یہ ہے کہ ابو طالب کے بارے میں آئی یا ان مسلمانوں کے بارے میں جنہوں نے اپنے مشرک ماں باپوں کے لیے دعائے مغفرت کا ارادہ کیا تھا۔ بخاری نے بھی اس کا نزول ابو طالب کے حق میں مانا۔ جو روایت تم نے پیش کی ہے اس کو ناقدین حدیث نے سخت ضعیف کہا اور ضعیف حدیث سے کفر جیسا اہم مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو تفسیر خزائن عرفان یہی آیت ان کی تیسری دلیل زیارت قبر والی اس کا جواب ہم اپنے دلائل میں دے چکے۔ رہی چوتھی دلیل وہ اس لیے

Marfat.com

کہ محدثین نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان کی نجات کے علم سے قبل فرمایا دیکھو شامی باب المرمرتدین یا یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔

پانچویں دلیل اس کا جواب یہ ہے کہ فقہ اکبر کے نسخوں میں بہت اختلاف ہے۔ بعض میں ہے کہ مَانَا عَلَی الْکُفْرِ اور بعض میں مَا مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ یعنی ان کا انتقال کفر پر نہ ہوا اور بعض نسخوں میں یہ مسئلہ بالکل ہے ہی نہیں۔ چنانچہ مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے فقہ اکبر کا نہایت صحیح نسخہ حیدر آباد سے حاصل کر کے چھپوایا اور ثابت کیا کہ یہ صحیح ہے اور باقی نسخے غلط اس میں اس مسئلہ کا پتہ بھی نہیں بعض نسخوں میں ہے کہ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ یعنی وہ حضرات دین فطرت یعنی توحید پر دنیا سے گئے۔ بعض نسخوں میں ہے ماماتا علی الکفر یعنی وہ دونوں کفر پر فوت نہ ہوئے اتنے اختلاف کے ہوتے ہوئے ایک نسخہ پر کیسے یقین کیا جائے اور اگر صحیح مان بھی لو تو یہ مسئلہ اجتہادی یا تقلیدی نہیں کہ اس میں امام کی پیروی واجب ہو بلکہ یہ تاریخی واقعہ ہے۔ اگر اس کے خلاف ثبوت ہو جائے تو اسی کو مانا جائے جیسے مسئلہ لعن یزید دراطفال مشرکین وغیرہ۔ دلیل چھٹی اس کا جواب یہ ہے کہ والدین کریمین کو زندہ کرنے کی حدیث بالکل صحیح ہے شامی نے باب المرتدین میں فرمایا کہ امام قرطبی اور حافظ شام ابن ناصر الدین وغیرہ نے اسے صحیح بتایا۔ شیخ جلال الدین نے کتاب الفضل میں انہی حافظ شمس الدین کے یہ اشعار نقل فرمائے۔

حَبَا اللّٰہِ النَّبِیُّ مَزِیْدَ فَضْلٍ — عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَءُوْفًا
فَاَحْیَا اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ — لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَطِیْفًا

اور قاعدہ ہے کہ جرح پر تعدیل مقدم اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر اور یہ بھی والدین کریمین کے فضائل ہی کی حدیث ہے نیز مردوں کو زندہ کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے حضرت عیسیٰ و موسیٰ وحزقیل علیہ السلام وغیرہم انبیاء نے مردے زندہ کیے حتیٰ کہ قریب قیامت دجال کافر بھی لوگوں کو مار کر زندہ کرے گا حضور علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بچوں اور ایک جماعت کو زندہ فرمایا دیکھو شرح قصیدہ بردہ خرپوتی، مدارج النبوۃ شامی باب المرتدین و کتاب افضل وغیرہ۔ اگر آپ ﷺ نے والدین کریمین کو بھی زندہ فرمایا ہو تو کون سی

Marfat.com

قباحت ہے اسی طرح بعد موت یا عذاب الٰہی دیکھ کر ایمان قبول ہونا بھی تعجب کی بات نہیں اصحاب کہف زندہ ہو کر حضرت امام مہدی کے ساتھ رہیں گے اور امت مصطفیٰ ﷺ میں داخل ہو کر حج بھی کریں گے (روح البیان یہی آیت و کتاب التعظیم) حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عذاب دیکھ کر ایمان لائی جو کہ قبول ہو گیا قرآن کریم فرماتا ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ نَنفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی یہ خصوصیت تھی کہ ان کی قوم کا ایمان یاس بھی قبول کر لیا گیا۔ اسی طرح یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے والدین ماجدین کا ایمان بعد وفات قبول کر لیا گیا۔ خصوصیات قوانین کو خاص کر دیتی ہیں۔ دیکھو حضور علیہ السلام نے ڈوبا ہوا سورج واپس فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گئی ہوئی نماز عصر پڑھا دی جو شہنشاہ کہ قضا نماز کو سورج لوٹا کر ادا کرا دیں وہ اپنے والدین کو زندہ فرما کر کلمہ بھی پڑھا سکتے ہیں۔ رہا قرآن پاک کا یہ فرمانا وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ هُمْ كُفَّارٌ یا یہ فرمایا فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ ان کے بارے میں ہے جو مشرک و کافر ہو کر مرے ہوں۔ جب وہ دونوں حضرات موحد ہو کر وفات پائیں تو اس آیت میں کیونکر داخل ہوں گے اگر یہ حضرات مشرک ہوتے تو ان کا اسم شریف عبداللہ اور آمنہ نہ ہوتا بلکہ کفار کا سا نام ہوتا۔ عبداللہ کے معنی ہیں اللہ کا بندہ اور آمنہ کے معنی ہیں اللہ کی امانت رکھنے والی۔ یا دنیا کو امن دینے والی بی بی یا ایمان والی جوان کو آمنہ کہہ کر کافر کہتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کہ حضور کو محمد کہہ کر ان کی گستاخی کرے اور اگر معاذ اللہ وہ دونوں کفر میں وفات پاتے جب بھی حضور کی خصوصیت ان کے ایمان کو درست کرا کر انہیں جہنم سے بچا لیتی اور کیوں نہ ہو رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ وہ کون سعادت مند بیٹا ہے جو اپنے والدین کے جہنمی ہونے پر راضی ہو جائے حضور علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دستر خوان سے ہاتھ پونچھ لیے تھے تو وہ تنور کی آگ میں نہیں جلتا تھا تو کیا جن پستانوں کو حضور نے چوسا وہ جہنم میں جل سکتے ہیں۔ کیا آمنہ خاتون حضرت مریم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے بھی کم رہیں گی کیا یہ رب کو پسند ہو گا کہ حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی والداؤں کو جنت میں دیکھیں اور اس محبوب کی والدہ ماجدہ وہاں نظر نہ آئے بلکہ

Marfat.com

جہنم میں جائے۔قسم ان کے رب کی یہ کبھی نہ ہوگا۔لہٰذا حق یہ ہے کہ وہ دونوں حضرات اپنی زندگی پاک میں موحد مومن تھے۔

(تفسیر نعیمی پارہ اول ص643 تا648)

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا قول:

''امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''کسی نبی کی والدہ کافرہ مشرکہ نہیں ہوئی تو رسول کریم ﷺ کی والدہ کیسے ہوسکتی ہے؟ اگر ایسا ہوتو یہ آپ کی عظمت وشان کے خلاف ہے نیز حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی مائیں تو جنت میں رہیں اور حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ جنت میں نہ ہوں کیا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہوگا؟ یقیناً نہیں۔'' (الحاوی للفتاوی، رسائل تسع، ص58، 157)

محمد ابوزہرہ مصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول:

امام محمد ابوزہرہ مصری اپنی کتاب ''خاتم النبیین ﷺ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں یہ تصور کرتا ہوں (بے ادب لوگوں کی سوچ پر) کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ (معاذ اللہ) نار میں ہیں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص میری سماعت اور میری فہم پر ہتھوڑے مار رہا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جوان تھے جن کا شعار صبر تھا وہ اپنے باپ کی نذر کے مطابق ذبح ہونے پر راضی تھے۔اپنی رضامندی سے آگے بڑھ کر اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا اور جب قریش نے سو اونٹ بطور فدیہ دینے کے لیے کہا تو اس پر بھی خوشی سے رضامند ہو گئے (اور پھر) وہ حضرات عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے بے پایاں حُسن و شباب کے باوجود لہو ولعب سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور جب ایک دوشیزہ نے دعوت گناہ دی تو فوراً اسے جواب دیا کہ تم مجھے حرام کے ارتکاب کی دعوت دیتی ہو اس سے تو مرجانا بہتر ہے۔ایسے پاکباز اور صدق شعار نوجوان کو آخر کیوں دوزخ میں پھینکا جائے گا حالانکہ اسے کسی نبی نے دعوت بھی نہیں دی یعنی وہ زمانہ فترت میں تھے۔

ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے جس پر ہم اس مسئلہ کے بارے میں تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں

Marfat.com

رسولوں کی آمد منقطع تھی اور وہ دونوں اس ہدایت اور اخلاق کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لخت جگر (رسول کریم ﷺ) نے بطور شریعت دنیا کو پیش فرمائی اور قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ وہ مجاہدہ ہیں جو سراپا صبر تھیں اپنے فرزند دلبند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں، انہیں آگ کیسے چھوسکتی ہے؟ کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ (معاذ اللہ) آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہیں بلکہ دلائل تو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہر نامدار (حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے۔ ان پر جی بھر کر تحسین و آفرین کے پھول برسائے جائیں۔

ہم اس نتیجے پر اس لیے نہیں پہنچے کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کے رسول کریم ﷺ کی محبت ہے اور اس محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچیں۔ اگر چہ ہم اس بات کی اُمید رکھتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے محبوب کی محبت سے سرشار رکھے لیکن ہم اس نتیجے پر اس لیے پہنچے ہیں کہ عقل، منطق اور خلق مستقیم کا قانون، شریعت کی مضبوط دلیلیں اور شریعت کے اغراض و مقاصد ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اس بارے میں اس نتیجے پر پہنچیں

(بحوالہ ضیاء النبی ﷺ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل:

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

متاخرین نے رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے اسلام کو تحقیقی طور پر ثابت کیا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء و امہات حضرت آدم علیہ السلام سے والدین کریمین (حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ) تک سب کو مسلمان ثابت کیا ہے اور ان کے اسلام کے اثبات (ثابت کرنے) کے تین طریقے بیان کیے ہیں (1) یہ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ (2) یا یہ کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی اور وہ دونوں زمانہ فترت میں یعنی نبی پاک ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے (3) یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر آپ ﷺ کی دعا سے انہیں زندہ فرمایا تو وہ رسول کریم ﷺ پر ایمان لائے اور وہ حدیث

Marfat.com

پاک جس میں والدین کریمین کے دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر ہے اگرچہ فی حد ذاتہ ضعیف ہے لیکن متعدد طرق کی وجہ سے اس کی محدثین نے تصحیح وتحسین کی ہے اور گویا کہ یہ علم متقدمین (پہلے والوں) سے پوشیدہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو متاخرین (بعد میں آنے والوں) پر کھول دیا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے جس کو چاہتا ہے جس چیز کے ساتھ چاہتا ہے خاص فرما دیتا ہے۔
(اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ، فارسی جلد اول ص718)

طاہر ومطہر:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ کے تمام آبائے کرام حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام کے تمام کفر کی میل اور شرک کی پلیدی سے طاہر ومطہر ہیں جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اصلاب طاہرہ اور ارحام طاہرہ (پاک شکموں) سے پیدا فرمایا اور بہت سے دوسرے دلائل جن کی متاخرین علماء حدیث نے تقریر وتحریر فرمائی ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم یہ وہ علم ہے کہ متاخرین کو حق تعالیٰ سبحانہ نے اس (علم) سے مخصوص فرمایا ہے یعنی رسول کریم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد توحید اور دین اسلام پر تھے حالانکہ متقدمین کے کلام سے ان کلمات کے خلاف ظاہر ہوا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے اس کے ساتھ خاص فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ علامہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس باب میں رسائل تصنیف کیے ہیں اور بہترین افادہ اور عمدگی سے اس مدعا کو ظاہر وباہر فرمایا ہے اور ماشاء اللہ کہ اس پاک نور کو پلید اور ظلمات گمراہی کی جگہ میں رکھے اور محشر میں ان کے آباؤ اجداد کو رسوا کرے اور چھوڑ دے (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا) ()اشعتہ اللمات شرح مشکوٰۃ شریف جلد چہارم ص466)

امام رازی کا قول:

علامہ یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین ہرگز مشرک نہیں تھے۔ بلکہ توحید پر تھے اور ملتِ ابراہیم پر تھے اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباؤ

Marfat.com

اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب اسی طرح تھے توحید پر چلنے والے تمام مسلکوں میں سے درست ترین مسلک پر یعنی سبھی موحد تھے۔(رسائل تسع ص 117)

☆☆☆

Marfat.com

حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے قائل

جید علمائے کرام

وہ جید علماء کرام کہ جو رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن و موحد ہوئے کے قائل ہیں اور جنہوں نے اپنی تصانیف میں تحقیق و دلائل کے ساتھ حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان پر اظہار فرمایا ہے ان میں سے چند معروف علمائے اسلام کے نام امام اہل سنت فاضل بریلوی احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ ''شمول الاسلام'' میں نقل فرمائے ہیں جو کہ یہ ہیں۔

1۔ امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین بغدادی التوفی 385ھ (ان کی دینی علوم پر تین سوتیس کتابیں ہیں اس کے علاوہ تفسیر ایک ہزار جزء میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جزء میں ہے)

2۔ شیخ المحدثین احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب علی البغدادی (التوفی 463ھ)

3۔ حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر (التوفی 571ھ)

4۔ امام اجل ابوالقاسم حافظ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی التوفی 581 (صاحب روض الانف)

5۔ حافظ الحدیث امام ابوالعباس احمد بن عبداللہ الحافظ محب الدین طبری التوفی 694ھ (ان کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ امام نووی (التوفی 676ھ) کے بعد ان جیسا علم حدیث میں کوئی نہ ہوا)

Marfat.com

6۔ امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر المتوفی 683ھ (صاحب المتقفی فی شرف المصطفیٰ ﷺ)

7۔ امام حافظ الحدیث ابو الفتح محمد بن محمد ابن سید الناس المتوفی 734ھ (صاحب عیون الاثر)

8۔ علامہ صالح الدین صفدی (المتوفی 764ھ)

9۔ حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی المتوفی 842 (صاحب مورد الصاوی فی مولد الہادی)

10۔ شیخ الاسلام حافظ الشان امام ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانی (المتوفی 852ھ)

11۔ امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی (المتوفی 546ھ)

12۔ امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردی بصری الشافعی المتوفی 450ھ (صاحب الحاوی الکبیر)

13۔ امام ابو عبداللہ محمد بن خلف ابی مالکی المتوفی 485ھ (شارح صحیح مسلم)

14۔ امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی المتوفی 671ھ (صاحب تذکرہ)

15۔ امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی 606ھ)

16۔ امام علامہ شرف الدین منادی (المتوفی 757ھ)

17۔ خاتم الحفاظ مجدد القرن العاشر امام جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی سیوطی (المتوفی 911ھ)

18۔ امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی المتوفی 974ھ (صاحب افضل القریٰ)

19۔ شیخ نور الدین علی بن الجزار مصری المتوفی 984ھ (صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ ﷺ بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین)

20۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن علی بن ابی شریف حسنی تلمسانی المتوفی 644ھ (شارح شفاء شریف)

21۔ علامہ محقق سنوسی

Marfat.com

22 امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی المتوفی 973ھ (صاحب الیواقیت والجواہر)

23۔ علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی المتوفی 1052 (صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات)

24۔ خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف مصری المتوفی 1122ھ زرقانی (شارح المواہب)

25۔ امام اجل فقیہ اکمل محمد بن کردری بزاری المتوفی 827ھ (صاحب المناقب)

26۔ زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابراہیم بن نجیم مصری المتوفی 970ھ (صاحب الاشباہ والنظائر)

27۔ سید شریف علامہ احمد بن محمد حموی المتوفی 1098ھ (صاحب غمز العیون والبصائر)

28۔ علامہ حسنی بن محمد حسن دیار بکری المتوفی 966ھ (صاحب الخمیس فی انفس نفیس ﷺ)

29۔ علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری المتوفی 1069ھ (صاحب نسیم الریاض)

30۔ علامہ طاہری فتنی المتوفی 986ھ (صاحب مجمع بحار الانوار)

31۔ شیخ شیوخ علماء الہند مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی 1052ھ

32۔ (صاحب کنز الفوائد)

33۔ مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد المتوفی 1225ھ (صاحب فواتح الرحموت)

34۔ علامہ سید احمد مصری طحطاوی المتوفی 1231ھ (محشی درمختار)

35۔ علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی المتوفی 1252ھ (صاحب ردالمختار)

☆☆☆

Marfat.com

نور مصطفیٰ ﷺ

اس حوالے سے حضرت مولانا مُلا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں حضرت شیخ سعید سید گاذرونی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ شیخ سعد الدین حموی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''وسیلۃ الصدیقین'' سے بعض نکات بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسالت مآب ﷺ سے دریافت کیا کہ موجودات سے پہلے رب کریم نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ رسولِ خدا نے فرمایا اے جابر وہ تمہارے نبی کا نور تھا۔ یعنی پہلے اس نور کو پیدا فرمایا پھر تمام اشیاء اس سے پیدا فرمائیں۔ جب یہ نور پُر سرور اپنے مرکز سے منصۂ شہود پر آیا تو دس ہزار سال تک اس کو قرب خاص میں رکھا اور اس کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے حصہ سے حاملان عرش کو اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام محبت میں رکھا۔ اس کے بعد اس قسم چہارم کو ہر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے قلم۔ دوسرے حصہ سے لوح۔ تیسرے حصہ سے جنت کو تخلیق فرمایا اور چوتھے حصے کو ہر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ لیکن تقسیم سے قبل اس کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اس کے پہلے حصہ سے ملائکہ دوسرے سے آفتاب تیسرے سے ماہتاب کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام رجا میں رکھا اور اس کے بعد اس کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصہ سے عقل دوسرے حصہ سے علم وحلم تیسرے سے عصمت وتوفیق کو بنایا اور چوتھے حصہ کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا اس کے بعد اس پر خصوصی توجہ فرمائی جو غایت حیا میں پانی پانی ہو گیا جس سے چار ہزار ایک سو بیس (4120) نور کے قطرے ٹپکے اور ہر ہر قطرے سے ارواح انبیاء پیدا ہوئیں اور جب ارواح

Marfat.com

انبیاء نے سانس لیا تو اس سے اولیاء، شہدا صلحاء، سعداء اور اطاعت کرنے والوں کی ارواح کو پیدا کیا۔

اس تشریح کے بعد رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ عرش و کرسی۔ انبیاء و رسل کی ارواح صلحاء و صدیقین کی روحیں یہ سب میرے ہی نور کا حصہ ہیں آفتاب ماہتاب اور ستارے یہ سب میرے نور سے مستفید ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خالق عالم نے بارہ ہزار حجابات پیدا فرمائے اور وہ چوتھا حصہ جو میرے نور کا موجود تھا لہٰذا اس نے ہر حجاب کے درمیان فاصلہ ایک ہزار سال کا رکھا، اور جب وہ نور حجابات سے باہر آیا تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو اجزاء، ارضیہ سے مرکب فرمایا اور وہ نور پاک خاکی ذرات سے چمکتا تھا جس طرح چراغ تاریکی روشن ہو کر مشرق سے مغرب تک روشن کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا قلب خاکی مرتب فرمایا اور اس کے بعد میرے نور کو ان کی پیشانی میں امانت رکھا اور ان سے وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کو منتقل ہوا اس طرح وہ نور اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا میرے والد حضرت عبداللہ تک آیا اور ان سے رحم آمنہ (میری والدہ) میں منتقل ہوا۔ اس طرح اس خالق و مالک نے مجھے سید المرسلین اور خاتم النبین بنایا۔ (معارج النبوت جلد اول)

نور مصطفیٰ ﷺ کے حجابات:

اس بارے میں امام نجم الدین عمر نسفی نے اپنی تصنیف بحر العلوم میں لکھا ہے اور صاحب مرصاد نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ نور نبی آخر الزمان علیہ السلام تمام موجودات سے ستر ہزار سال قبل عالم وجود میں تھا اور اس کے لیے بارہ حجابات بھی بنائے گئے تھے۔ حجاب قدرت۔ عظمت۔ منت۔ رحمت۔ سعادت۔ کرامت۔ منزلت۔ ہدایت نبوت۔ رفعت۔ ہیبت۔ شفاعت اس کے بعد اس نور پاک کو مشیت ایزدی نے اپنی مرضی کے مطابق حجابات میں رکھا۔ مثلاً حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی تسبیح میں مشغول رہا اور حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال سبحان عالم السّرِ و الخفی کی تسبیح میں مشغول رکھا۔ حجاب منت میں دس ہزار سال تسبیح سُبْحَانَ الحیِّ الْقَیُّوْمِ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

Marfat.com

حجاب رحمت نو ہزار سال سُبْحَانَ حَيِّ الْقَيُّوْم
حجاب سعادت آٹھ ہزار سال سُبْحَانَ مَنْ هُوَ دَائِمٌ لَا يَسْهُوْد
حجاب کرامت سات ہزار سال سُبْحَانَ مَنْ هُوَ غنی لَا يَفْتَقِرُوْ
حجاب منزلت چھ ہزار سال سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الْحَكِيْم
حجاب ہدایت پانچ ہزار سال سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْكَرِيْم
حجاب نبوت چار ہزار سال سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ
حجاب رفعت تین ہزار سال سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ
حجاب ہیبت دو ہزار سال سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ
حجاب شفاعت ایک ہزار سال سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

دوسری روایت کے مطابق ان میں ہر حجاب میں بارہ ہزار سال نور نبوت کو رکھا گیا اور جب ان حجابات سے باہر لایا گیا تو دس دریاؤں میں غسل دیا گیا۔ دریائے شفاعت۔ رحمت نصیحت۔ شکر۔ صبر۔ سخاوت۔ انابت۔ یقین۔ علم۔ قناعت۔ محبت۔

دریائے شفاعت میں دس سال شناوری کی اور صدائے ربی ربی زبان پر رہی۔ دریائے نصیحت میں دو ہزار سال سیاحت کی اور الٰہی الٰہی کی صدا بلند کی۔ دریائے صبر میں چار ہزار سال سیاحی کی اور یا احد یا احد کی تکرار جاری رکھی اور دریائے سخاوت میں پانچ ہزار سال غواصی کی اور یا واحد یا واحد کا ورد کرتے رہے اور دریائے انابت میں چھ ہزار سال سیاحت کی اور یا فرد یا فرد کی تلاوت میں مشغول رہے۔ اسی طرح سات ہزار سال دریائے یقین میں شناوری کی اور یا علی یا علی کا ورد جاری رکھا۔ آٹھ ہزار سال دریائے حلم میں غواص کی اور یا عظیم یا عظیم پڑھتے رہے۔ دریائے قناعت میں نو ہزار سال متفکر رہے اور یا رؤف یا رؤف کا ورد رکھا آخر میں د ریائے محبت میں (جو آخری دریا) اور تعداد کے اعتبار سے دسواں دریا ہے) غوطہ زن رہے اور سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ يَا اللّٰهُ يَا كَرِيْم کے الفاظ سے خالق و مالک کی تسبیح کرتے رہے۔ اس موقعہ پر رب تعالیٰ نے دسویں دریا میں ایک فرش پیدا فرمایا جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر تھا اس میں نورانیت اور بزرگی عنایت فرمائی اور اس میں بزرگوں کے سات سو مقامات تخلیق

Marfat.com

فرمائے۔ پہلا مقام توحید۔ دوسرا مقام معرفت۔ تیسرا مقام ہیبت۔ چوتھا مقام حیرت۔ پانچواں قناعت۔ چھٹا تفویض۔ ساتواں مقام ارادت اور ان مقامات میں آخری مقام محبت مقرر ہوا۔ ان مقامات میں نور محمدی علیہ التحیۃ والثنا کو ہر مقام میں ایک ایک ہزار سال تک رکھا اور جب ان سات سو مقامات کا سفر مکمل ہو گیا اس وقت خطاب الٰہی ہوا۔ اے میرے حبیب کے نور میں کون ہوں نور محمدی علیہ السلام نے جواب دیا اے خالق کریم تو میرا معبود پیدا کرنے اور پرورش فرمانے والا روزی دہندہ اور وہ ہستی جس کے حیطہ اختیار میں موت وزیست ہے۔ اس کے جواب میں خطاب الٰہی ہوا کہ میرے حبیب تم نے صحیح پہچانا۔ اب اپنی شناخت کے مطابق میری پرستش کرو تا کہ سب کو میرا تعارف حاصل ہو جائے کیونکہ معرفت کی صحیح پہچان عبادت میں اشتغال ہے یہ خطاب سنتے ہی محبوب رب العالمین فوراً مصروف عبادت ہو گئے اور ستر ہزار سال ذات باری کے سامنے مصروف عبادت رہے۔ اس کے بعد بارگاہ احدیت سے نور کا ایک جھونکا آیا اور شکریہ کے طور پر حضور علیہ السلام نے سجدہ شکر ادا کیا جس کے صلہ میں مقام تقرب اور مقام تخصیص حاصل ہوا اور اس کے صلہ میں آپ پر اور آپ کی امت پر صبح کی عبادت گزاری لازم کی گئی۔ اس کے بعد آپ نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور مقام خدمت میں ستر ہزار سال مصروف قیام رہے اور اس کے صلہ میں نور خلعت عطا ہوا اور خلعت کے شکریہ میں دوسرا سجدہ ادا کیا اور اس کے صلہ میں نماز ظہر پر ستاران دین محمدی اور صاحب دین پر لازم کی گئی۔ اس طرح آپ نے پانچ مرتبہ قیام کیا اور ہر قیام میں ستر ہزار سال توقف فرمایا اور نورانی خلعت حاصل فرماتے رہے اور اس کے شکرانہ میں سجدے ادا کرتے رہے اور قبولیت کی سند کے طور پر نمازیں فرض ہوتی ہیں اس طرح پانچ نمازیں مقرر ہو گئیں اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادائے عبادت وطریق تشکر میں جو طریقے اختیار فرمائے تھے وہ بعینہٖ پنج وقتہ نمازوں کے لیے اختیار کیے گئے۔ مثلاً ہزار سال تکبیر تحریمہ میں گزارے ہزار سال قیام میں، ہزار سال رکوع میں، ہزار سال قومہ میں، ہزار سال سجدہ میں، ہزار سال جلسہ میں اسی طرح دوسری رکعت میں اور آخر میں تشہد میں ہزار سال صرف فرمائے اسی طرح دائیں جانب سلام میں ہزار سال اور بائیں جانب سلام مین ہزار سال گزارے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو

Marfat.com

بارگاہ الٰہی سے خطاب ہوا کہ اے حبیب جس طرح تم نے میری عبادت کی وہ بارگاہ قبول میں منظور اور قبول ہوئی۔ اب ہم سے حسب مرضی خلعت طلب کرو اس وقت حبیب رب العالمین نے عرض کیا کہ اے خالق و مالک جیسا کہ مجھے معلوم ہے تو مجھے ایک قوم کا مقتدی اور پیشوا بنائے گا اور ایک قوم کو میری امت اور میرا متبع بنائے گا اور اس نماز کو اس قوم پر فرض فرمائے گا امور طبعی کے طور پر ان سے اس نماز کی ادائیگی میں غلطیاں بھی ہوں گی لہٰذا میں اس نماز کو ان کے کفارے کے طور پر رکھتا ہوں اور اپنے متبعین کے لیے مغفرت کی خلعت طلب کرتا ہوں۔ اس وقت بارگاہ احدیت سے خطاب ہوا کہ اے محبوب کے نور آپ نے بہترین خلعت مانگی اور مجھے بھی آپ کی یہ ادائے بے کس پناہی بہت پسند آئی اور جو کچھ آپ نے طلب فرمایا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا ہے۔

نور سے تخلیقات:

جب حضور اقدس علیہ السلام کے نور پاک نے مذکورہ بالا الفاظ کو سنا تو فرطِ مسرت سے پھولے نہ سمائے اور اس سے ایک قطرہ نور ٹپکا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان قطرات میں سے ایک قطرہ کو نوازا اور اس کو چار ہزار ایک سو بیس اقسام میں منقسم فرما دیا جس کے ہر حصہ (قسم) سے ایک نبی کی روح متولد ہوئی اور دوبارہ ایک حصہ کو دس حصص میں تقسیم فرمایا۔ پہلے حصہ سے جبریل، دوسرے سے میکائیل، تیسرے سے اسرائیل اور چوتھے سے عزرائیل کو پیدا کیا۔ ایک حصہ سے رضوان جنت اور ساکنان عرش ایک اور حصہ سے وردائیل حاملانِ عرش ایک حصہ سے عقائیل اور راس الھدیٰ کی تخلیق فرمائی اور دسویں حصہ کو پھر دس حصوں میں تقسیم فرمایا۔ اس میں سے ایک حصہ سے عرش دوسرے سے لوح ایک حصہ سے قلم دوسرے سے بہشت ایک سے آفتاب دوسرے سے ماہتاب اور دوسرے ستاروں کو پیدا فرمایا۔ ایک حصہ سے آٹھ مقرب فرشتوں اور نائبین رضوان جنت اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تقریباً دوسرے اسی (80) ہزار فرشتوں کو پیدا فرمایا۔

جوہر کی تخلیق:

دسویں قسم سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا جس کا طول و عرض ہر چہار جانب سے چار ہزار

Marfat.com

سال کے سفر کی مسافت کے برابر تھا۔ جب اس جوہر پر توجہ فرمائی تو وہ جوہر مضطرب ہوا اور آبی وآتشی کیفیات سے دوچار ہوا۔ اس جوہر کی آبی کیفیات سے دریا جاری ہو گئے اور بعد میں ان دریاؤں میں طغیانی کی وجہ سے تیز ہوائیں چلنی شروع ہوئیں اور فضا میں باقی رہ گئیں۔ اس کے بعد وہ لوگ جو اس جوہر کے اضطراب سے اور خالق و مالک کی نظر کے تصرف سے ظاہر ہوا تھا اس آگ نے اس پانی پر غلبہ حاصل کر لیا یہاں تک کہ پانی جوش میں آیا اور بگولے پانی کے اوپر نمودار ہوئے جس سے زمین پیدا ہوئی۔ علاوہ ازیں بگولوں سے بخارات اُٹھے اور اس دھوئیں نے آسمان کی ہیئت اختیار کر لی اور اس سے جو موجیں ظہور پذیر ہوئیں ان سے پہاڑ وجود میں آئے۔ اسی عالم میں بجلی چمکی اور پہاڑوں تک اس کی چمک گئی جس سے پہاڑوں میں دفینے پیدا ہوئے اور پتھر و لوہے میں رگڑ پیدا ہونے سے آگ وجود میں آئی یہ دوزخ کے مادہ کا آغاز تھا۔ اس کے بعد فرش زمین کو بچھایا گیا تاکہ وحوش وطیور درندوں اور انسانوں کے لیے رہنے کی جگہ بن سکے۔ اسی طرح زمین کو سات طبقات میں تقسیم کیا اور ان طبقات میں ہر ایک کے لیے جگہ متعین کی اور ان حصوں میں مخلوقات کی ایک جماعت کو بسا دیا۔ اس موقع پر اس آگ کے شعلوں میں جان ڈالی گئی اور زمین کو اس کے تصرف میں دے دیا۔ اسی وجہ سے بہشت کے لیے آسمان ہفتم پر جگہ بنائی گئی اور دوزخ کے لیے زمین کے زیریں حصہ کو مقرر کر دیا۔ روشنی اور جمع وتفریق کے حساب اوقات کے تعین کے لیے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی گردش کے طریقوں سے آگاہی بخشی اور نور وظلمت کے مادوں سے دن اور رات کو پیدا فرمایا۔

آسمانوں کی تخلیق:

ایک اور روایت کے مطابق جب اس جوہر عالی کا منظر نظر میں آیا جس کی منظر کشی کتاب مرصاد میں کی گئی ہے کہ وہ جوہر دراصل اجرام علوی اور اجسام سفلی کا مادہ تھا ایک جوہر نورانی تھا چنانچہ اس کی تشریح وتوضیح اور اس کی توصیف کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ وہ جوہر عظمت کے اعتبار سے تمام عالم سے چار سو گنا بڑا تھا۔ جب اس کی جانب نظر ہیبت الٰہی وہ جوہر منقسم ہو کر تین حصوں میں بٹ گیا ایک تہائی پانی ایک تہائی آگ اور بقیہ تیسرا اجزاء نور میں تبدیل ہو گیا پانی جب آگ پر ڈالا گیا تو اس سے دھواں اُٹھا اور اس سے موجیں اٹھیں۔ آسمان دھوئیں سے بنا

Marfat.com

اور زمین پہاڑوں کے بوجھ سے موجوں سے محفوظ ہوگئی۔اس کے بعد اس تیسرے حصہ یعنی نور کو پھر تین حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ عالم بالا، ایک حصہ عالم زیریں اور ایک عالم متوسط کے لیے مقرر فرما دیا۔ زیریں حصہ سے آفتاب ماہتاب اور اجرام نورانی علوی بنائے گئے بقیہ وسطی سے عرش کرسی اور ساکنان ملا اعلیٰ بنائے گئے اور وہ نور اعلیٰ جو عالم بالا کے لیے مخصوص کیا گیا تھا وہ ملائکہ اور حوروں کی پیشانیوں میں ودیعت رکھا گیا تاکہ مقتضائے حکمت الٰہی کے مطابق مناسب جگہوں پر منتقل کیا جائے جب کہ ارباب معرفت عالم غیب سے منصہ شہود پر عشق ومحبت کی دنیا میں قدم رکھیں اور یہی صاحبان عقل کے لیے افہام وتفہیم عارفوں کے قلوب کی نورانیت موحدین کے اسرار کی تشریح اور پیغمبروں کے لیے کشف حجاب کا سبب ہو سکتے ہیں ان مراحل کی تکمیل کے بعد وہ نورانی حصہ جو تمام دیگر حصص اور تمام مخلوقات پر فائق تھا ظہور میں آیا۔لیکن وہ حصہ جس سے میدان جلالت کے شہسوار فخر رسولان ﷺ کے حصہ میں آیا تھا جو خزان قدرت میں مستور تھا وہ ظہور ختم المرسلین خاتم النبیین تک خزائن قدرت سے باہر آیا اور ذات بابرکات ختم المرسلین کو آراستہ و پیراستہ کر کے اٹھارہ ہزار عالموں کو اس نور کے پرتو سے منور فرما کر کائنات کو ظہور میں لایا۔ (اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اپنے سابقہ موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں) اب نور محمدی علیہ التحیۃ والثنا کو حکم ملا اور وہ نور اٹھارہ ہزار سال عرش کے پایوں کے قریب چمکتا رہا اور تسبیح و تہلیل خداوندی میں مشغول رہا۔اس کے بعد وہ نور پانچ ہزار سال لوح محفوظ کو منور کرتا رہا۔اس کے بعد کرسی کو اس نور نے پانچ ہزار سال تک منور کیا اور عبادت و ریاضت و تسبیح میں مصروف عبادت رہا۔

جسد اطہر کی تخلیق:

ان مراحل کی تکمیل کے بعد حضرت جبرائیل، میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کو حکم ملا کہ خطہ زمین پر جائیں اور آرام گاہ رسول علیہ السلام (حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ) کی خاک پر انوار برائے خمیر صاحب لولاک ﷺ (جن کے متعلق ارشاد ربانی اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ اور مالک خزانہ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ تعمیر کریں۔ جب ملائکہ مقربین نے یہ بشارت اس خاک پاک کو پہنچائی تو وہ فرط مسرت و شوق جوش میں آ گئی اور وہاں کی خاک کافور سے زیادہ سفید ظاہر ہوئی اور جناب

Marfat.com

جبریل بقدر ایک مثقال خاک لے لی اور ملاء اعلیٰ واپس ہوئے تو دوسرا حکم ملا کہ جبریل جنت میں جاؤ اور مشک زعفران و سنبل و ماء معین و سلسبیل اور شراب تسنیم مہیا کر کے اس خاک کو ان تمام چیزوں میں آمیز کرو جناب جبریل نے ان تمام اشیاء کی آمیزش کے سلسلہ میں استفسار کیا جواب ملا کہ کافور سے استخوان زعفران سے پشت اور مشک سے خون اور سنبل سے بال سلسبیل سے دہان مبارک اور ماءِ معین سے لب و دندان۔ دوران خون کو شراب تسنیم سے جاری کروں گا اور اس ذات مقدس کو تمام مخلوق کا شفیع بناؤں گا۔

نور کی تخلیق کی ایک اور روایت:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کے بارے میں شیخ سعید گازرونیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تخلیق ہوا تو عرش الٰہی کے نزدیک بحر رحمت میں ایک سفید مرغ کی شکل میں چار ہزار سال تک تیرتا رہا اور اللہ کی تسبیح و تحمید میں ان الفاظ میں مشغول رہا۔ سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَجْهَلُ سُبْحَانَ الْقَدِيْمِ الَّذِىْ لَا يَزَالُ سُبْحَانَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ لَا يَبْخَلُ سُبْحَانَ الْحَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَعْجِلُ جب نور مبارک شکل بشری میں جلوہ گر ہوا تو اس وقت آپ کے جسد مبارک پر چار ہزار ایک سو بیس (4120) بال تھے ہر بال سے ایک قطرہ پانی ٹپکا اور اس سے ایک نبی کا نور پیدا کیا گیا جس سے پیغمبروں کی ارواح پیدا کی گئیں۔

ایک اور روایت کے مطابق اس نور نے بحر معرفت سے باہر آنے کے بعد چار ہزار ایک سو بیس (4120) سانس لیے ہر سانس سے ایک نبی کی روح عالم تکوین میں آئی یعنی عالم وجود میں موجود ہوئی۔ ارواح انبیاء کے بعد صدیقین کی ارواح عالم وجود میں آئیں اور صدیقین سے زاہدین کی زاہدوں سے مطیعین کی اور مطیعین سے نافرمانوں کی ارواح کو پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ وہ اطاعت گزاروں و فرمانبرداروں کے علاوہ گناہ گار بھی حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اس جگہ کی خاک کو جہاں بحر معرفت سے نکلنے کے بعد اس دریائے معرفت کے قطرے گرے تھے چار اجزاء میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ سے آفتاب دوسرے ماہتاب تیسرے سے ہوا اور چوتھے حصہ سے قندیل کو بنایا اور اس قندیل سے ایک قطرہ ٹپکا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس قطرہ کو اس خاک میں گوندھیں تاکہ وہ نور محمدی علیہ

Marfat.com

التحیۃ والثناء کا مرکز بن سکے اور اسی خاک سے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کے لیے خمیر پیدا کیا گیا اور پتلا بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اس نور کو ودیعت رکھا۔

(معارج النبوت جلد اول)

حضور ﷺ کی شان:

شیخ نجم الدین رازی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب مرصاد العباد میں فرمایا ہے کہ ذات پاک جناب سرور کائنات ﷺ کی خلاصہ موجودات اور شجر کائنات کا پھل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خالق کائنات کا ارشاد ہے **لولاك لما خلقت الكونين** اگر آپ کی شان کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو اے حبیب میں کائناتِ عالم کو پیدا نہ کرتا۔ جب یہ امر محقق ہو گیا کہ مبداء موجودات ذات پاک سرور عالم ہے اور اس کو مثال کے عالم میں اس طرح سمجھا جائے کہ آفرینش ایک شجر کی طرح ہے اور حضور علیہ السلام اس درخت کا پھل ہیں اور درخت درحقیقت اس کے پھل کے بیج سے عالم وجود میں آتا ہے اور وہی دراصل درخت کی اصل ہوتا ہے لہٰذا سرور کائنات علیہ السلام کائنات کی اصل اور اس کا بیج یا جڑ ہیں۔ لہٰذا جب مشیت ایزدی اس بات پر آمادہ ہوئی کہ کائنات کو کتم عدم سے عالم وجود میں لائے تو اس نے اپنے نور پاک کے پرتو یعنی نور محمدی ﷺ کو ظاہر فرمایا اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤمِنُونَ منی میرا وجود نور الٰہی کا پرتو اور تمام مسلمان میرے نور کا مظہر ہیں۔

ارواح کی تخلیق:

جب نور نبی علیہ السلام عالم ظہور میں آیا تو خالق کائنات نے اس پر نظر رحمت ڈالی جس کے نتیجہ میں اس پر حیا غالب آئی اور اس سے حیا کے قطرے ٹپکے جس سے ارواح انبیاء علیہم السلام کو خالق عالم نے تخلیق فرمایا اور انبیاء کی ارواح کے پرتو سے اولیاء کی ارواح پیدا ہوئیں ان کی ارواح سے عام مسلمانوں کی ارواح کی تخلیق ہوئی۔ مومنین کی ارواح سے گناہگاروں کو پیدا کیا گیا اور گناہگاروں سے ارواح منافقین و کفار کی تخلیق ہوئی۔

اس طرح اصنافِ ارواح انسانی سے ارواح ملکی کو پیدا فرمایا اور ارواح ملکی سے ارواح اجنہ کی تخلیق ہوئی اور ارواح اجنہ سے ارواح شیاطین کو پیدا کیا گیا اور ارواح شیاطین سے

Marfat.com

مردود بارگاہ ابلیس اور اس کی ذریت کی ارواح ان کی حسب حیثیت تخلیق کی گئیں اور اس کے بعد ارواح انسانی کے مادہ سے حیوانات کی ارواح کی تخلیق کی گئیں۔ اس کے بعد ملکوتیوں کے چند گروہ اور تمام موجودات نباتات۔ زمینی دفینے مرکبات و مفردات کے عناصر پیدا فرمائے۔ اس طرح تمام مکنونات علوی و سفلی ملکی و ملکوتی نور سید المرسلین ﷺ کا پرتو ہیں۔

ابھی کائنات کو عالم ظاہری میں تبدیل کرنے والے اور ظاہر و باہر نشانیوں کے ظاہر کرنے والے عالموں کے سیدنا آدم علیہ السلام کے پتلے کو صوری و معنوی انداز میں ڈھالا بھی نہ تھا لہٰذا روحانی انوار کے جلوہ گر ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا تھا۔ لیکن انعام خداوندی ہونے لگا تھا۔ ابھی کشتی نوح کی لکڑی طوفان سے ٹکر لینے کے لیے تراشی بھی نہ گئی تھی لیکن لطف و رحمت فضل و کرم کے بادل ان پر برسنے شروع ہو گئے تھے۔ ابھی جناب ابراہیم کے آگ میں ڈالنے کے لیے منجنیق تیار بھی نہ ہوئی تھی کہ فضل ربانی کے کارندوں کے کامیابی و کامرانی کے تحفوں سے نہیں نواز دیا تھا۔ ابھی جناب موسیٰؑ نے رَبِّ اَرِنِیْ کی صدا بلند بھی نہ کی تھی کہ بشارت اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ سے سرفراز فرما دیے گئے تھے۔ ابھی جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فلک چہارم پر قیام کی داغ بیل نہ ڈالی تھی کہ وہ محرم دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ کی بشارت سے مشرف ہو گئے تھے۔ (معارج النبوت جلد اول)

حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں نور:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

> ''بے شک یہ قریشی نبی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نور تھا۔ یہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کے صلب میں رکھا۔''
>
> ''پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے

Marfat.com

صلب آدم میں رکھ کر زمین پر اُتارا پھر صلب نوح علیہ السلام میں، حتیٰ کہ صلب ابراہیم علیہ السلام میں ڈالا پھر اللہ تعالیٰ اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا جو کبھی بدکاری کے نزدیک بھی نہ پھٹکے تھے۔''

روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو پیدا فرمانا چاہا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر اتریں اور اب جس مقام پر حضور ﷺ کا روضہ مبارک ہے وہاں سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی گئی اس مٹی کو گوندھا گیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت کی نہروں کے پانی سے تر کیا گیا۔ آسمان کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں گھمایا گیا اس طرح اس دن تمام فرشتوں کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلند مرتبہ کا علم ہوا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہوئی سنائی دی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا' یا اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا' یہ تمہاری اولاد میں بہترین اور بلند مرتبہ فرزند ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔

پھر رب تعالیٰ کا ارشاد ہوا' اے آدم (علیہ السلام)! میرے سامنے آج اس بات کا عہد کرو کہ:

''یہ تمہاری اولاد کے ان اصلاب سے گزریں گے جو طاہر ہوں گی اور پاک ہوں گی۔''

نور کی تعظیم:

اس حوالے سے تفسیر بحر العلوم نسفی میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد نور مصطفیٰ ﷺ جوان کی پشت پر امانت رکھا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کروبیاں کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام ملائکہ آپ کے جلو میں عزت و احترام کے ساتھ چلتے۔ ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال و

Marfat.com

متابعت کے بارے میں پروردگار عالم سے سوال کیا تو خطاب باری تعالیٰ ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام)! یہ استقبال و احترام اس نور مبارک کے لیے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا' یا اللہ! کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کر دیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح و سرور حاصل کروں۔ اللہ رب العزت نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرمادیا۔

انگلیوں میں نور:

حضرت آدم علیہ السلام نے جب اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دو مرتبہ شہادت دی (اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت حضرت آدم علیہ السلام کی یہ سنت جاری ہوگئی) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگشت مبارک کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ انگشت شہادت میں نور مصطفیٰ ﷺ کے مشاہدہ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا' یا اللہ! اس نور کا کوئی حصہ میری پشت میں باقی ہے۔ خطاب باری تعالیٰ ہوا کہ ابھی خلفائے نبی آخر الزمان کا نور باقی ہے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس بقیہ نور کو بھی میری دوسری انگلیوں میں ظاہر فرمایا جائے اس طرح نور صدیقی درمیانی انگلی میں نور فاروقی اس کی برابر کی انگلی میں اور چھنگلیا میں نورِ عثمان کو دکھایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں ظاہر کیا گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں اسی سبب سے رکھی گئیں کہ ان میں رسول کریم ﷺ اور ان کے چاروں خلفاء کے نور کو ظاہر کیا جائے چھ انگلیاں نہیں رکھی گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام ان انگلیوں کی طرف نظر کر کے ان انوار کی زیارت کرتے اور ان انگلیوں سے نور کی شعاعیں ظاہر ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شجر گندم سے کچھ نہ کھایا تھا جب آپ نے شجر گندم سے کچھ کھایا تو وہ نور حسب سابق پشت مبارک میں منتقل ہوگیا۔

Marfat.com

(معارج النبوت جلد اول)

نور مصطفیٰ ﷺ کی منتقلی:

پھر کچھ مدت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی اطہر پر نور کا ایک ہالا سا ظاہر ہونے لگا یہ ہالا سورج کی مانند چمکتا اور کبھی چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ نور مصطفیٰ حضرت حوا کے رحم پاک میں داخل ہوا اور حضرت حوا کو حضرت شیث علیہ السلام کی بشارتیں ملنے لگیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب نور مصطفیٰ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا کو منتقل ہوا تو حضرت حوا کے حسن و جمال میں بہت اضافہ ہوگیا اور اس نور کے ظہور کی علامت یہ ہوئی کہ شرق سے غرب تک ان کے نور سے منور ہوگیا۔

حضرت شیث علیہ السلام میں نور:

کہا جاتا ہے کہ حضرت حوا سلام اللہ علیہا انتیس بار حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ ان کے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوتے۔ مگر ایک حمل میں صرف حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی اولاد میں نور مصطفیٰ ﷺ اُنہی کو منتقل ہوا تھا اس لیے ان کو اس شرف و عزت سے ہمکنار فرمایا گیا۔ حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت تک اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال دوسری روایت کے مطابق سو سال تک ابلیس لعین کو سرگرداں اور پردوں کے پیچھے قید کر دیا گیا۔ اسی طرح حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت سے روز بلوغ تک کے لیے بھی اس کو قید کر دیا گیا اور نور مصطفیٰ ﷺ ان کی جبین سعادت سے جمال اقبال کے مطلع سے آفتاب کی طرح چمکتا تھا اور مشرق ان کے فضل و کرم سے روشن تھا۔

حضرت شیث علیہ السلام جب سن بلوغت کو پہنچے تو وہ فضل و کمال اور حسن و جمال کا پیکر تھے اور نور مصطفیٰ ﷺ ان کی جبین مبارک میں درخشاں و تاباں تھا۔ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ کل شیث (علیہ السلام) کو بڑے حوض کے پاس لے کر آئیں میں بھی فرشتوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہوں گا تاکہ ان سے اس نور کامل السرور کے بارے میں عہد و میثاق لیا جائے۔

دوسرے روز حضرت آدم علیہ السلام اپنے ہمراہ حضرت شیث علیہ السلام کو لے کر وہاں پر

Marfat.com

آئے حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار ملائکہ مقربین کے ساتھ وہاں پر موجود تھے اور ایک عہد نامہ حضرت شیث علیہ السلام سے لیا۔ یہ عہد نامہ یاقوتی قلم سے جنتی حریر کے حلہ پر لکھا گیا اور اس پر فرشتوں کی شہادت لی گئی اور اس حریر کو لپیٹ دیا گیا جس کو جبرائیل امین نے اپنی مہر سے سربمہر کیا۔ اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد پروردگار عالم نے دو سبز حُلّے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت شیث علیہ السلام کو پہنانے کے لیے مرحمت فرمائے یہ حُلّے ایسے روشن اور منور تھے کہ آفتاب کی روشنی ان کی روشنی کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اس عہد نامہ کا مضمون یہ ہے

''اس نور کی حفاظت میں سعی بلیغ کریں گے اور اس نور کو اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کو منتقل کیا جائے گا۔''

جنت سے لایا ہوا وہ تابوت سکینہ جس میں انبیاء علیہم السلام کی شبیہیں تھیں حضرت آدم علیہ السلام کو تفویض کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اس عہد نامہ کو تابوت میں محفوظ کر دیا جائے اور عہد نامہ میں یہ بھی لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ اسی طرح نسلاً اور بعد نسل لکھا جائے اور ان عہد ناموں کو اسی تابوت میں محفوظ رکھا جائے اور انبیاء و اصفیاء کی تحویل میں رکھا جائے یہ بات واضح ہو جائے کہ اس عہد نامہ کی کتابت جس طرح کہ بیان کیا گیا ہے سلسلہ بہ سلسلہ ہر دور میں حضرت شیث علیہ السلام کے دور سے حضرت اسماعیل کے دور تک جاری کیا اور حمل کے سلسلہ میں اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کی پابندی جناب قیذار سے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تک رہی اور وصیت کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ یہاں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ جب بھی یہ نور صلب سے رحم میں منتقل ہوتا تو شیطان کو قید کر دیا جاتا اور یہ سلسلہ اس فرزند گرامی کے سن رشد کو پہنچنے تک رہتا اور یہ امر اعتقادی اور محقق ہے کہ اس نور مبارک کی منتقلی عقد نکاح کے بعد ہوتی جس طرح کہ آج اسلامی معاشرہ میں مروج ہے۔ (معارج النبوت جلد اول)

جناب انوش میں نور کی منتقلی:

حضرت شیث علیہ السلام نور مصطفیٰ ﷺ کی محافظت میں نہایت اہتمام کرتے تھے جب آپ کو شادی کا خیال ہوا تو اپنے بھائی بہنوں یا بہ اشارہ جبرائیل علیہ السلام یا حکم الٰہی کے مطابق صورت و سیرت کے لحاظ سے حسین و جمیل خاتون مخوائلہ کو اپنے حبالہ عقد میں لائے جب مخوائلہ

Marfat.com

حاملہ ہوئیں اور آثار حمل ظاہر ہوئے تو وہ اطراف و جوانب سے آنے والی آوازیں سنتی تھیں جن میں تہنیت کے کلمات ہوتے تھے کہ تم نور محمد ﷺ کی حامل ہو۔ یہ شرف وعزت تمہیں مبارک ہو۔ جب مخوائلہ حاملہ ہوئیں تو انہیں ابلیس کی نظروں سے وضع حمل تک پوشیدہ رکھا گیا اور ابلیس پر پابندی عائد کردی گئی۔ یہاں تک کہ جناب انوش کی ولادت ہوئی۔ انوش کے معنی عربی زبان میں صادق کے ہیں۔ ان کی پیشانی میں نور مصطفیٰ ﷺ چمکتا تھا۔ دنیا میں کھجور کا درخت لگانے کی انفرادیت ان کو ہی حاصل ہے۔

جناب انوش جب بالغ ہوئے تو حضرت شیث علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے اس کی حفاظت کے لیے میرے والد نے مجھ سے عہد و میثاق لیے تھے کہ اس کو ارحام طیبہ میں منتقل کیا جائے اب میں تم سے بھی اس معاملہ میں عہد لوں گا کہ یہ نور حلال طریقہ کے علاوہ منتقل نہ کیا جائے۔ جناب انوش نے اس امر پر عہد کیا اور اس عہد کی تکمیل کا وعدہ کیا۔

جناب انوش سے حضرت نوح علیہ السلام تک:

جناب انوش سے نور مصطفیٰ ﷺ ان کے بیٹے قینان کو منتقل ہوا پھر جناب قینان سے جناب مہلائیل کو ان سے یارد یا جناب یرد کو منتقل ہوا جناب یارد نے بردرہ نامی خاتون سے شادی کی جن کے بطن پاک سے حضرت ادریس علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور نور مصطفیٰ ﷺ حضرت ادریس علیہ السلام کے حصہ میں آیا حضرت ادریس علیہ السلام نے بروفا نامی ایک خاتون سے نکاح کیا اور اس ازواج کے نتیجہ میں ایک فرزند متوشلخ کی ولادت ہوئی حضرت ادریس علیہ السلام سے نور مصطفیٰ ﷺ جناب متوشلخ کو منتقل ہوا۔

جناب متوشلخ نے عریانا نامی ایک خاتون سے شادی کی ان سے جناب لمک یا لامک کی ولادت ہوئی اور نور مصطفیٰ ان میں منتقل ہو گیا۔ جناب لامک نے قنبوش نامی خاتون سے نکاح کیا ان کے بطن پاک سے حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور نور مصطفیٰ ﷺ حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچا۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک:

حضرت نوح علیہ السلام سے نور مصطفیٰ ﷺ ان کے بیٹے سام تک پہنچا یہی وجہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں میں سے سام کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ جناب سام سے نور مصطفیٰ ﷺ ان کی اولاد سے ہوتا ہوا حضرت ہود علیہ السلام تک پہنچا۔ حضرت ہود علیہ السلام جب اس دنیا میں تشریف لائے تو چہار دانگ عالم میں آواز گونجی کہ ان کی پیشانی مبارک میں نور محمدی ﷺ جلوہ گر ہے ان کے فرائض میں بتوں کی تباہی منکرین کی سزائیں اور باطل کے چراغوں کو بجھانا ہوگا۔ اللہ رب العزت نے انہیں قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا۔

بعض نے لکھا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے ایک خاتون لیثا سے شادی کی ان سے جناب شالخ کی ولادت ہوئی۔ نور مصطفیٰ ﷺ حضرت ہود علیہ السلام سے ان کی پیشانی میں منتقل ہوا۔ ان سے جناب قانع کے پاس آیا جن کا عبرانی نام قاسم تھا ان کی والدہ کا شجرہ نسب یہ ہے غزوہ بنت صفونی بن عویلم بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام۔ جناب قانع سے نور مصطفیٰ ﷺ اشروع یا اشبوع کو منتقل ہوا۔ بعض روایات کے مطابق شارع کو منتقل ہوا۔

جناب اشروع کی والدہ کا نام غروہ ہے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ غروہ بنت کوثل بن عویلم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ جناب اشروع سے نور پاک جناب ارغوا کو منتقل ہوا جس کے معنی بھی قاسم کے ہیں بعض روایات میں ارغواء کی جگہ ناخور بھی آیا ہے ان کی والدہ کا نام تملکہ بنت مراحیل بن عویلم بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔ جناب ارغوا نے ایک خاتون سکتسن سے شادی کی جن کا سلسلہ نسب یہ ہے سکتسن بنت سلمٰی بنت خویلیا جن کے بیٹے کا نام تارخ ہے۔ حضور ﷺ کا نور پاک ارغوا یا ناخور سے تارخ کو منتقل ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تارخ کی شادی اونی بنت غرور سے ہوئی جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور نور مصطفیٰ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشانی میں آیا۔ (معارج النبوت جلد اول)

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جناب قیذار تک:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے حضرت بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی

Marfat.com

ان کے علاوہ دوسری شادی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری سنائی کہ میں تمہاری اولاد میں ایک ایسا پیغمبر پیدا کروں گا جس کا نام مبارک محمد (ﷺ) ہوگا وہ ہمارا حبیب ہوگا وہ میری تمام مخلوق سے بلند مرتبہ ہوگا میں نے پیدائش سے قبل ہی اسے تمام ملائکہ کے سامنے جلوہ گر کر رکھا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس صورت حال سے حضرت بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگاہ کیا انہیں امید تھی کہ نور مصطفیٰ انہیں ملے مگر انہی دنوں حضرت حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حمل سے ہوگئیں اور یہ نور پاک ان کو منتقل ہو گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ یہ دیکھ کر حضرت بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑا رشک آیا مگر طبیعت میں کچھ ملال سا بھی پیدا ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی اور یہ بشارت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے دی گئی۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو نور مصطفیٰ ﷺ ان کو منتقل ہوا آپ اس قدر حسین وجمیل تھے کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا۔ دیکھتا ہی رہ جاتا اور ان کی محبت اس دیکھنے والے کے دل میں جاگزیں ہو جاتی خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ذرا سی دیر کے لیے بھی اپنے سے جدا نہ کرتے تھے۔ اپنی گود یا کاندھوں پر لیے رہتے اس کی وجہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی بشارت دی اور فرمایا کہ:

> ”میں تم سے یہ وعدہ لیتا ہوں اور یہی وعدہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے تمام بیٹوں سے لیا تھا اور تم نے نور مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری لینی ہے اور عہد کرنا ہے۔“

پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ہالہ بنت حارث سے نکاح کر لیا تو نور مصطفیٰ ﷺ ان کو منتقل ہو گیا۔ ایک روایت میں سلمٰی بنت حارث کا نام لیا گیا ہے۔ بہر حال وہ نور پاک ان سے منتقل ہو کر صلب قیذار میں آیا۔ قیذار کی پیدائش حضرت اسماعیل علیہ السلام کی

Marfat.com

نیک طینت زوجہ مطہرہ بنت حارث کے بطن پاک سے ہوئی۔ پیدائش کے وقت نور پاک جناب قیذار کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ جناب قیذار حسن و جمال میں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیکر تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جب قیذار کو نور پاک منتقل ہوا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان ہی کی نسل پاک سے ہوں گے۔ قیذار کے والد بزرگوار حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیٹے سے یہ عہد لیا تھا کہ یہ نور صرف ارحام طیبہ کو تفویض کیا جائے۔ لہٰذا قیذار نے یہ خیال کیا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں پاکیزہ عورتیں میسر آتی ہیں اور اولاد اسحاق علیہ السلام اس وقت تمام نسلوں میں بزرگ تر ہے چنانچہ جناب قیذار نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے اسی عورتوں سے شادی کی اور بائیس سال کی مدت ان کے ساتھ گزاری مگر کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہو سکی بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب قیذار نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے سو عورتوں کے ساتھ شادی کی مگر ان میں سے کسی کو بھی حمل نہ ہوا۔ حضرت قیذار اپنے والد بزرگوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح شکار کھیلنے کے بہت شوقین تھے جب وہ جنگل میں شکار کی غرض سے جاتے تو جنات کی عورتیں انسانی شکل میں ان کے پاس آتیں اور شاہانہ تحائف پیش کر کے کہتیں کہ ہم انسان بادشاہوں کی نسل سے ہیں ہمیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب آپ ان سے گفتگو کرنا چاہتے تو ہر جن آپ سے مخاطب ہو جاتا اور کہتا' اے قیذار! آپ تو نور نبی آخر الزمان کے حامل ہو لہٰذا ان کو حلال ذریعہ کے علاوہ منتقل نہ ہونے دینا۔ اس پر آپ محتاط ہو جاتے اور ان سے اعراض فرماتے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دن جناب قیذار شکار کے لیے جنگل میں گئے تو جنگل کے جانور اور پرندے آپ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ آپ کو ایک آواز سنائی دی۔

> ''اے قیذار! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس امانت کے امین ہیں اگر یہ آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ میں خشیت و خوف الٰہی کی زیادتی ہو جائے۔ آپ کی عمر ختم ہونے والی ہے۔ کیا اب وقت نہیں آیا کہ نور مصطفیٰ ﷺ کے لیے کوئی قدم اٹھاؤ۔ اب اس امانت کے منتقل ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

Marfat.com

جناب قیذار یہ گفتگو سننے کے بعد اپنے گھر واپس آئے اور سخت فکر مند تھے اپنے آپ سے عہد کیا کہ جب تک اس بھید سے آگاہی حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیئوں گا۔ اسی فکر میں مبتلا بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں آپ کے سامنے آیا۔ فرشتے نے آتے ہی سلام کیا اور کہا:

"اے قیذار! تم اس وقت خطہ زمین کے حاکم ہو اور وہ نور مصطفیٰ ﷺ جو تمہارے پاس اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کے ذریعہ آیا ہے یہ شرف و عزت اسی نور کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا فرمائے گا مگر وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر آپ نذر مانیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کریں تو میں آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کس عورت سے نکاح کریں۔"

اس کے بعد جناب قیذار گھر آئے اور سات ریوڑ جانور قربانی کے لیے تیار کیے اور قربان گاہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیے اور دعا فرمائی کہ اے باری تعالیٰ! اگر میری قسمت میں اولاد نرینہ ہے تو میری قربانی قبول فرما۔ جناب قیذار قربانی پیش کرتے جاتے سرخ آگ کا ایک شعلہ آتا اور قربانی کے جانور کو آسمان کی طرف اٹھا لے جاتا حتیٰ کہ آسمان سے ایک ندا آئی۔

"تمہاری دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی ہے اور تمہاری قربانی بھی قبول ہو گئی ہے اب یہاں سے اٹھو اور فلاں درخت کے سایہ میں جا کر سو جائیں اور خواب میں جو کچھ نظر آئے اس پر عمل کرو۔"

خواب میں جناب قیذار نے دیکھا کہ ایک ندا کرنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ نور پاک ہے جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے وہ نور مصطفیٰ ﷺ ہے جن کی وجہ سے ساری کائنات پیدا کی گئی ہے اور اس نور کی حامل کوئی غیر عورت نہ ہوگی اور عرب کی ایک عورت جس کا نام غافرہ ہو اس سے نکاح کرو تا کہ یہ امانت اس کو منتقل ہو جائے۔

Marfat.com

جناب قیذار سے جناب جمیل تک:

جناب قیذار نیند سے بیدار ہوئے تو بڑے خوش تھے گھر واپس آ کر اطراف و اکناف میں آدمی روانہ کیے تا کہ غافرہ نامی عورت کو تلاش کیا جائے چنانچہ ایک ایسی لڑکی ملی جو بنوز ہیر عامر میں سے تھی یہ قبیلہ قحطان کی اولاد میں سے تھا۔ لہٰذا آپ نے نکاح کا پیغام دے کر شادی کر لی۔ زفاف کے نتیجہ میں وہ نور پاک ان کی صلب سے حضرت غافرہ کے رحم پاک میں منتقل ہو گیا۔ جب حضرت غافرہ حاملہ ہوئیں تو جناب قیذار بہت خوش ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا وہ تابوت جو جناب قیذار کے قبضہ میں تھا اس کے بارے میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ان سے بار بار تقاضہ کرتی تھی اور یہ دلیل دیتی تھی کہ نبوت کا سلسلہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں مقرر ہے اور آپ کی اولاد میں صرف ایک نبی آئے گا' اور نور مصطفیٰ ﷺ آپ کو مل چکا ہے اس لیے اب تابوت پر ہمارا حق ہے لیکن جناب قیذار کا کہنا یہ تھا کہ اس کی حفاظت میرے سپرد کی گئی ہے اور یہ میرے پاس میرے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے عطیہ ہے لہٰذا اس پر میرا حق ہے۔

ایک دن جناب قیذار نے تابوت کھولنا چاہا مگر کھول نہ سکے۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ اس کا کھولنا صرف انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور پیغمبر کے بغیر اسے کوئی کھول نہیں سکتا چونکہ آپ نبی نہیں ہیں اس لیے آپ سے یہ نہیں کھلے گا۔ البتہ اس تابوت کو اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالے کر دیں کیونکہ موجودہ دور میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کھول سکتا۔ جناب قیذار نے اس کے بعد اپنی زوجہ مطہرہ حضرت غافرہ کو نصیحت کی کہ آپ حمل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اور سعادت مند بیٹا عطا فرمائے گا۔ بیٹے کا نام جمیل رکھنا۔ (ایک روایت میں آتا ہے کہ بیٹے کا نام حمل رکھنا)

اس کے بعد جناب قیذار تابوت لے کر کنعان کی طرف چل پڑے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام وہاں پر تھے جب کنعان کے نزدیک پہنچے تو تابوت سے آواز آئی جسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے سنا اور اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ جناب قیذار حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تابوت لے کر تشریف لا رہے ہیں اٹھو اور آگے بڑھ کر ان کا

Marfat.com

استقبال کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ جناب قیذار دور سے آتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جب نزدیک آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کا استقبال کیا اور خیر و عافیت دریافت کی ان کے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا' کیا بات ہے کہ تمہارے چہرے پر رنج وغم کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ بہت کمزور دکھائی دے رہے ہو کیا تم بیمار ہو؟ جناب قیذار نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ بات سنی تو کہا' ایسی کوئی بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ جو نور محمد ﷺ میرے پاس تھا وہ مجھ سے منتقل ہو کر میری بیوی کو منتقل ہو گیا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا' کیا یہ نور پاک حضرت اسحاق علیہ السلام کی آل میں منتقل ہوا ہے؟ جناب قیذار نے کہا نہیں یہ نور غافرہ نامی عرب النسل لڑکی کے ہاں منتقل ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا' کہ تمہیں مبارک ہو کہ غافرہ کے ہاں آج رات ایک بیٹا پیدا ہوگا اور نور محمدی کے ثمرات تمام عرب میں جاری وساری ہوں گے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ان سے فرشتے انسانی لباس میں ملبوس زمین کی طرف اترے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ نور محمدی ﷺ کی وجہ سے ہے۔

غرض یہ کہ جناب قیذار نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو ان تمام حالات و واقعات کا کیسے علم ہو گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا' آج رات آسمانوں کے تمام دروازے کھول دیے گئے تھے۔ زمین و آسمان کی وسعتوں میں ہر طرف نور ہی نور دکھائی دے رہا تھا۔ آسمان سے ملائکہ کی ٹولیاں اترتی نظر آئیں ان کے پروں پر رحمت اور برکات کی ہوائیں تھیں میں سمجھ گیا کہ آج نور مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد ہے۔ اس کے بعد جناب قیذار نے تابوت حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالے کیا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب گھر آئے تو دیکھا کہ بیوی ولادت سے فارغ ہو چکی ہیں ان کی گود میں ایک خوبصورت بچہ ہے جس کی پیشانی میں نور مصطفیٰ ﷺ جگمگا رہا ہے۔

اس پیارے بچے کا نام جمیل یا حمل رکھا گیا غرض یہ کہ جب یہ بچہ سن بلوغ کو پہنچا تو جناب قیذار اپنے بیٹے کے ہمراہ ایک پہاڑ پر گئے اس وقت ملک الموت انسانی شکل میں آئے

Marfat.com

اور قیذار سے کہا کہ میں آپ سے رازداری کی ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب قیذار نے کان فرشتے کے منہ کے ساتھ لگا دیا اور ملک الموت نے کان کے راستہ سے روح کو قبض کر لیا۔ قیذار وہیں زمین پر آ گرے۔ یہ دیکھ کر جناب جمیل کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے' تم نے میرے باپ کو کیا کر دیا' تم نے میرے باپ کو مار دیا ہے۔ ملک الموت نے کہا' ذرا آگے بڑھ کر دیکھو تو سہی کہ تمہارے والد زندہ ہیں یا مردہ۔ جناب جمیل آگے بڑھے اور دیکھا کہ والد بزرگوار انتقال کر چکے ہیں ان کی توجہ اپنے والد بزرگوار کی طرف ہوئی تو ملک الموت وہاں سے غائب ہو گئے جب جناب جمیل نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہاں پر کوئی بھی دکھائی نہ دیا وہ سمجھ گئے کہ یہ ملک الموت تھے جو روح قبض کر کے چلے گئے۔

کچھ دیر کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے چند لوگ ادھر آئے اور جناب قیذار کی تجہیز و تکفین کر کے ان کو اس جگہ پر دفن کر دیا۔ پھر نوجوانی کے عالم میں جناب جمیل نے سعیدہ نامی ایک عورت سے شادی کی جن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بنت رکھا گیا جو رنور محمدی ﷺ کے حامل تھے نور محمد ﷺ ان کی پیشانی اطہر میں چمک رہا تھا۔ یہ نہایت اعلیٰ کردار اور نیک سیرت تھے اور اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

جناب جمیل سے جناب مضر تک:

ان سے یہ نور ہمیسع کو منتقل ہوا اور ان کی وجہ تسمیہ ان کی بلند ہمتی اور اعلیٰ کردار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں یہ واحد شخصیت تھے جو یمن، حجاز و نجد کے حاکم تھے اور اولاد اسحاق علیہ السلام ان کی رعایا تھے۔ ان کی مملکت کی حدود مصر اور ایران کی سرحدوں سے ملتی تھیں ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی جو بھی کوئی ان کو دیکھتا وہ ان سے مرعوب ہو جاتا تھا۔ ان کی اولاد سے جو اولاد ہوئی انہوں نے حبیبہ بن قحطان سے شادی کی اور یہ نور پاک جناب ادازاں کو منتقل ہوا ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت حارث تھا۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے منتقل ہو کر جناب عدنان کو تفویض ہوا ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جن و انس ان کی تاک میں رہتے تھے تاکہ ان کو ختم کر دیں کیونکہ سب کو یہ علم تھا کہ اس صالح مرد کی نسل سے ایک ایسی مبارک ہستی کی ولادت ہو گی جو جن و انس ہی نہیں بلکہ تمام

Marfat.com

مخلوقات باری تعالیٰ کی سردار ہوگی مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو نور مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت مقصود تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کے شر سے بچا کر رکھا اور کوئی بھی ان کو گزند نہ پہنچا سکا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جناب عدنان تنہا گھوڑے پر سوار تشریف لے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں اسی جوانوں نے آپ کا تعاقب کیا اور دو پہاڑوں کے درہ میں گھیر لیا۔ جناب عدنان نے تنہا ان سواروں کا مقابلہ کیا اور زخمی ہو گئے۔ آپ کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا۔ آپ نے ہمت نہ ہاری اور گھوڑے سے اتر کر پہاڑ کی طرف چل دیے۔ دشمن آپ کے تعاقب میں تھے۔ آخر کار آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی کہ یا اللہ! دشمنوں کے شر سے بچا اسی وقت پہاڑ سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور ان کو اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا اس کے بعد ایک چیخ سنائی دی اور تمام دشمن ہلاک ہو گئے۔

جناب عدنان سے نور مصطفیٰ ﷺ جناب معد کو منتقل ہوا یہ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ نیک پارسا اور نیک سیرت تھے۔ ان کی کنیت ابو قصاعہ تھی۔ انہوں نے اپنے باپ کی اولاد میں بہت شہرت حاصل کی۔ اپنے دشمنوں پر بہت جلد فتح حاصل کرتے تھے۔ نور مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت ان کی غلام بنا دی تھی۔ یہ شکل و صورت کے انتہائی حسین و جمیل تھے جو کوئی ان کو دیکھتا ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا۔

جناب معد سے نور مصطفیٰ ﷺ جناب نزار کو تفویض ہو۔ یہ نزار آل عرب کے اولین فرد کہلائے۔ ان کا نام نزار اس لیے مشہور ہوا کہ جب ان کے والد گرامی نے دیکھا کہ نور مصطفیٰ ﷺ اس بچے کے اندر موجود ہے تو انہوں نے قربانی نذر کی۔ نذر عربی میں ''تھوڑی سی'' کو بھی کہتے ہیں۔ جناب معد نے ایک ہزار اونٹ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربان کیے۔ قبیلہ والوں نے جناب معد کو ملامت کی کہ اس قدر زیادہ اونٹ قربان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر انہوں نے کہا تم تو ایک ہزار کو زیادہ کہتے ہو جب کہ میں تو اس کو بھی کم ہی سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد جب جناب نزار جوان ہوئے اور شادی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خوبصورت بیٹا عطا کیا جس کا نام مضر رکھا گیا۔ چنانچہ نور مصطفیٰ ﷺ جناب مضر کو تفویض ہوا۔ یہ حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھے جو بھی ان کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جو بھی

Marfat.com

ان سے اپنی آنکھیں ملاتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ شریعت ابراہیمی پر مضبوطی سے کاربند رہتے اور اس کی ترویج میں انتہائی کوشش کرتے تھے اور اس بارے میں اپنے بیٹے حضرت الیاس کو بہت سی نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔

جناب مضر سے جناب قصی تک:

جناب مضر سے نور مصطفیٰ ﷺ ان کے بیٹے جناب الیاس کو تفویض ہوا۔ جناب الیاس سے نور مصطفیٰ ﷺ جناب مدرکہ کے حصہ میں آیا۔ یہ بڑے صاحب ادراک نوجوان تھے۔ اپنے زمانہ میں بہت عزت و شرف حاصل کیا۔ ان کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف کے کارناموں کو پہچانا تھا نیک سیرت و نیک کردار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے عقب میں ایک خرگوش بھاگا جارہا تھا جسے انہوں نے پکڑ لیا اس دن سے یہ مدرکہ کہلائے جانے لگے۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام جذعہ بنت عامر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جناب مدرکہ کو ایک خوبصورت فرزند سے نوازا جس کا نام نامی جناب خزیمہ رکھا گیا۔ خزیمہ کا نکاح برۃ بنت اذبن طابخہ سے ہوا جو اپنے خاندان کی نیک سیرت اور معزز ترین خاتون تھیں۔ ان کے بطن سے جناب کنانہ کی پیدائش ہوئی اور نور مصطفیٰ ﷺ جناب کنانہ کو تفویض ہوا۔ جناب کنانہ سے یہ نور ان کے بیٹے مضر کے حصہ میں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو قریش کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تمام لوگوں پر غالب آجاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ قریش کو قریش کیوں کہا جاتا تھا' آپ نے فرمایا کہ سمندر میں ایک ایسا حیوان تھا جو سمندر کے سب حیوانوں پر غالب تھا اسے قریش کہا جاتا ہے۔ اس غلبہ کی صفت کی وجہ سے مضر کو قریش کہا جانے لگا۔ بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ قریش سے مشتق ہے جس کے معنی کسب کرنے کے ہیں اور چونکہ جناب نضر تجارت میں بہت زیادہ مشغول رہتے تھے۔ اس وجہ سے قریش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ قریش کے معنی جمع ہونے کے ہیں اور قریش کے یہاں حج کے موقع پر تمام حاجی کھانے کی دعوت میں شریک ہوتے تھے۔ اس لیے یہ قریش کہلائے جانے لگے۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو جناب نضر کا لقب قریش شہرت اختیار کر گیا اور ان کی نسل جو بھی پیدا ہوا اسے قریشی کہا جانے لگا

Marfat.com

جناب نضر نے خانہ کعبہ میں مقام حجر پر خواب میں دیکھا کہ ان کی کمر سے ایک ایسا درخت پیدا ہوا ہے جو سرسبز بھی ہے اور بلند قامت بھی اس کی شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں اور ان سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ لوگوں کے ہجوم اس درخت پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو خواب کی تعبیر کے لیے ایک کاہن کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنا خواب سنایا' کاہن نے خواب سن کر کہا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اور یہ شرف و منزلت کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی جو کہ آپ کے خاندان کو نصیب ہوئی ہے۔ لوگ آپ کی اولاد سے فیض حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے حسب سے نوازا ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اس مقام کو نہیں پہنچیں گے۔

توحید پر قائم:

روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ خطہ زمین میں پھیل جاؤ اور دیکھو کہ زمین پر کوئی موحد ہے یعنی آج اولاد آدم میں کون مشرف و محترم انسان ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا یا اللہ! حاملین نور جو اولاد اسماعیل میں ہیں ان کے علاوہ خطہ زمین پر کوئی موحد نہیں ہے۔ عرب کی سرزمین میں اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک ایسا فرد ہے جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں وہ تیری یاد میں منفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے فرشتو! تم گواہ رہنا اس میں میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہے۔

ان کے بعد یہ نور مصطفیٰ ﷺ جناب مالک کو تفویض ہوا اور ان کی پیشانی اطہر میں چمکنے لگا۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ اس وقت کے عرب کے حاکم تھے۔ ان کی شادی ایک معزز خاتون عاتکہ یا عکرشہ سے ہوئی جن کے بطن پاک سے جناب فہر کی پیدائش ہوئی اور یوں یہ نور جناب فہر کو منتقل ہوا ان سے یہ مبارک نور جناب غالب کے حصہ میں آیا پھر ان کے بیٹے لوی کے پاس امانت رکھا گیا لوی سے یہ نور مصطفیٰ ﷺ جناب کعب کو تفویض ہوا پھر ان کے بیٹے مرہ کے حصہ میں آیا ان سے آگے ان کے بیٹے جناب کلاب کو تفویض ہوا۔ کلاب سے یہ نور مبارک ان کے بیٹے قصی کو تفویض ہوا۔ جناب قصی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں مکہ مکرمہ میں آباد کیا۔ عربوں نے ان لوگوں کو اپنا مقتداء تسلیم کیا اس

Marfat.com

لیے کہ یہ لوگ ہمیشہ حق کی پیروی کرتے اور باطل کے خلاف لڑتے تھے۔

عبد مناف بن قصی:

جناب قصی کے ایک بیٹے کا نام عبد مناف تھا۔ جناب قصی سے نور مصطفیٰ ﷺ ان کو تفویض ہوا جب عبد مناف کی شادی ہوئی تو ان کو اللہ تعالیٰ نے دو جڑواں بیٹوں ہاشم اور عبد الشمس سے نوازا۔ جناب ہاشم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد حضرت عبد اللہ کے جد امجد تھے۔ جناب عبد مناف سے نور مصطفیٰ ﷺ جناب ہاشم کے حصہ میں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ جناب ہاشم کا اصل نام عمر تھا لیکن ہاشم کے لقب سے مشہور تھے اور یہ لقب ان کی سخاوت کی وجہ سے تھا۔ بعض کا کہنا ہے کہ جناب ہاشم کو اس لیے ہاشم کہا جاتا تھا کہ انہوں نے عرب کے قحط کے زمانے میں عام لوگوں کو نان ثرید دیا کیونکہ یہ مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگ بھوک کے ہاتھوں بہت پریشان ہوئے۔ جناب ہاشم شام کے علاقہ سے بہت سا آٹا خرید کر لائے اور صبح و شام بہت سی روٹیاں پکوا کر ایک اونٹ ذبح کر کے ثرید تیار کرتے اور لوگوں کی دعوت عام کرتے۔ اس واقعہ سے ان کی خوب شہرت ہوئی اور ہاشم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ جناب ہاشم کی پیشانی میں جلوہ گر تھا جہاں بھی جاتے لوگوں کی گردنیں ان کو دیکھ کر جھک جاتیں جو کوئی آپ کو دیکھتا۔ دیکھتا ہی چلا جاتا۔ روایات میں آتا ہے کہ نور مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی پر چمکتا تھا اور انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے ان کو تمام بری باتوں سے محفوظ رکھا ہے کیونکہ نور محمدی ﷺ ان کی صلب پاک میں امانت ہے جس کا اثر ان کے گوشت اور خون میں رواں ہے۔

آپ کے فضائل و کمالات کی شہرت ہر چار سو عام تھی۔ عرب کے ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ ان کی لڑکی ان کے نکاح میں آجائے۔ قیصر روم کے ہاں بھی جناب ہاشم کی یہ شہرت پہنچی اسے معلوم ہوا کہ جناب ہاشم کی پیشانی مبارک میں نور مصطفیٰ ﷺ چمک رہا ہے تو اس نے بھی اپنی بیٹی جناب ہاشم کے نکاح میں دینے کی پیشکش کی اور اس خواہش کا اظہار کیا مگر جناب ہاشم نے قبول نہ کیا۔ جب ہر طرف سے اس طرح کے پیغامات آنا شروع ہو گئے تو آپ نے عہد کیا

Marfat.com

کہ اس دور کی تقدس ماب خاتون سے نکاح کریں گے۔

حضرت عبدالمطلب کی ولادت:

ایک رات خواب میں دیکھا کہ عمرو بن زید کی نیک سیرت بیٹی سلمٰی سے نکاح ہوا ہے۔ چنانچہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے اور یہاں آ کر بنی نجار کے جناب عمرو بن زید بن عار بن نجار کی بیٹی سلمٰی کو اپنے نکاح میں لے آئے چند دن مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ان سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا حضرت عبدالمطلب کی پیدائش ہوئی جن کا نام شیبۃ الحمد رکھا گیا اور یوں نور مصطفیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عبدالمطلب کے حصہ میں آ گیا۔

حضرت عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ بوقت ولادت ان کے سر کے تمام بال سفید تھے۔ ایک روایت کے مطابق ان کے سر میں ایک بال سے زیادہ سفیدی نہ تھی جبکہ ایک اور روایت کے مطابق یہ نیک کاموں میں سبقت لے جاتے تھے۔ اس لیے ان کا نام شیبۃ الحمد کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب کے نام کی وجہ یہ تھی کہ جب جناب عبد مناف کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے جناب ہاشم کو اپنا قائم مقام بنا دیا اور تمام عرب کی سرداری ان کے سپرد کر دی اور پھر جب جناب ہاشم کا وصال ہوا تو ان کی جانشینی کا شرف جناب مطلب کو حاصل ہوا اور وہ قریش کے سردار مقرر ہو گئے۔ ان دنوں جناب عبدالمطلب ابھی نوعمر تھے۔ ایک روایت کے مطابق سات سال کے تھے جناب مطلب بن عبد مناف وقتی طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ جناب عبدالمطلب کے ننہال چونکہ مدینہ طیبہ میں تھے اس لیے آپ کی والدہ ان کو لے کر مدینہ طیبہ میں ان کے ننہال میں تھیں۔ جناب مطلب جب عمر رسیدہ ہوئے تو ان دنوں ایک شخص نے جو کہ مدینہ طیبہ سے آیا تھا جناب مطلب کو حضرت عبدالمطلب کے بارے میں بتایا اور کہا میں نے آپ کے بھتیجے کو تیر اندازی کرتے دیکھا ہے اور ان کا تیر ہر مرتبہ ٹھیک نشانے پر لگتا ہے۔ اور ان کی چہرے پر بزرگی ٹپکتی ہے۔ پیشانی پر نور سا چمکتا ہے۔

جناب مطلب نے اس شخص سے یہ باتیں سنیں تو اسی وقت عہد کیا کہ گھر میں بعد میں

Marfat.com

داخل ہوں گا پہلے اپنے بھتیجے کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لاؤں گا چنانچہ اسی وقت مدینہ منورہ کی طرف حضرت عبدالمطلب کو بلایا اور مکہ مکرمہ جانے کے لیے آمادہ کیا اور اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے والد محترم کا منصب سنبھالیں۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کی بات پر آمادگی کا اظہار کیا اور ان کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو گئے۔ دونوں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف آئے۔ مکہ مکرمہ میں لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ جناب مطلب اور حضرت عبدالمطلب چونکہ دونوں اونٹ پر سوار تھے لوگوں نے مشہور کر دیا کہ یہ مطلب کے بیٹے یا غلام ہیں۔ اس دن سے آپ کا نام عبدالمطلب مشہور ہو گیا۔

چاہ زمزم کی تلاش:

قریش حضرت عبدالمطلب کا بڑا احترام کرتے تھے۔ قریش میں ان کی عزت اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب آپ نے سالہا سال سے گمشدہ چاہ زمزم کو تلاش کر لیا تھا اور اہل مکہ جو کہ پانی کو ترستے تھے ان کے ہاتھ آب زمزم کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ ہاتھ آ گیا تھا۔ اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت بی بی حاجرہ اور اپنے ننھے منے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادی مکہ میں چھوڑ کر چلے گئے تو ان کو پیاس لگی وہاں پر دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ دونوں ماں اور بچہ پیاس کی شدت سے نڈھال ہو گئے۔ ماں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑی مگر پانی کہیں نظر نہ آیا۔ آخر تھک ہار کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جب حضرت بی بی حاجرہ واپس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئیں تو دیکھا کہ جہاں بچہ بے چینی سے ایڑیاں مار رہا تھا وہاں گڑھا پڑ گیا تھا اور اس گڑھے میں پانی رس رہا تھا۔ اسے کھودا تو پانی وافر مقدار میں نکلنا شروع ہو گیا۔ اسے چاہ زمزم کہتے ہیں۔ اسی جگہ پر خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔

پھر ایک وقت آیا کہ جب خانہ کعبہ میں بتوں کی پرستش ہونا شروع ہو گئی۔ لوگوں نے چاہ زمزم سے بے توجہی برتنا شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جگہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس زمانے میں بنو جرہم کا قبیلہ خانہ کعبہ کا متولی تھا۔ یہ قبیلہ ظلم و زیادتی میں حد سے بڑھ چکا تھا۔ جس بنا پر اہل مکہ نے اس قبیلے کو شہر سے باہر نکال دیا۔ ان لوگوں نے جاتی دفعہ چاہ زمزم کو پاٹ

Marfat.com

کر اس کے تمام نشانات بھی مٹا دیے تا کہ مکہ مکرمہ والے اس سے پانی نہ حاصل کر سکیں۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں اور بھی کئی مقامات پر کنویں تھے اور ان میں اس وقت کافی مقدار میں پانی آتا تھا۔ اس لیے لوگوں نے چاہ زمزم کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ ان کی پانی کی ضرورت دیگر کنوؤں سے بخوبی پوری ہو جاتی تھی۔ لیکن پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب ان کنوؤں میں پانی کی کمی واقع ہو گئی اور اہل مکہ کو پانی کی سخت تنگی ہو گئی۔ اب ان کو چاہ زمزم کی اہمیت کا احساس ہوا مگر چاہ زمزم ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا کچھ معلوم نہ تھا کہ کس مقام پر ہے جبکہ چاہ زمزم کی یہ حالت تھی کہ اس کی جگہ بتوں کی قربان گاہ بنائی گئی تھی اسی جگہ پر بتوں کے نام کی قربانیاں ہوتی تھیں۔

حضرت عبدالمطلب کا خواب:

جب حضرت عبدالمطلب نے مکہ مکرمہ کی سرداری سنبھالی تو ایک مرتبہ مقام حجر میں سو رہے تھے کہ کسی نے خواب میں چاہ زمزم کھودنے کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب خواب میں حضرت عبدالمطلب کو چاہ زمزم کے مقام کی نشاندہی ہو گئی تو حضرت عبدالمطلب بیدار ہو کر اپنے خواب پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے کیونکہ آپ کو اپنے خواب کی سچائی پر یقین تھا لیکن قریش اس جگہ کو کھودنے کے مخالف تھے وہ سمجھتے تھے کہ بتوں کی قربان گاہ کو کھودنے سے بت ناراض ہو جائیں گے اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہو گی پانی کا کچھ پتہ نہیں کہ نکلے یا نہ نکلے۔ اس کی تلاش میں ایک مقدس مقام کو جگہ جگہ سے کھود دینا مناسب نہیں ہے۔ مگر حضرت عبدالمطلب چونکہ حیثیت والے آدمی تھے اس لیے انہوں نے مخالفت کے باوجود اس کھدائی کا پختہ ارادہ کر لیا۔ کوئی شخص اس کام میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ ہوا چنانچہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے جناب حارث کو ساتھ لے کر کھدائی کرنا شروع ہو گئے۔

جبکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قریش اس لیے مخالفت پر آمادہ ہوئے کہ حضرت عبدالمطلب تنہا اپنے بیٹے حارث کو لے کر چاہ زمزم کی کھدائی کرنا شروع ہو گئے اور اس کام میں انہوں نے کسی کو شریک کرنا مناسب نہ سمجھا اور خیال کیا کہ یہ سعادت ان کے حصے میں ہی آئے چنانچہ اہل مکہ اس وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم اس امر کی ہرگز

Marfat.com

اجازت نہ دیں گے کہ تم ہمارے بتوں کے قریب کھدائی کرو اور کنواں کھودو۔ کہا جاتا ہے کہ جس مقام پر حضرت عبدالمطلب کھدائی کرنا چاہتے تھے وہاں پر دو مشہور بت اساف اور نائیلہ نصب تھے اور قریش نہیں چاہتے تھے کہ بتوں کے بیچ میں کنواں کھودا جائے۔ مکہ والوں کی ایک جماعت اس بناء پر بھی مخالفت کر رہی تھی کہ وہ حسد کر رہے تھے کہ یہ فخر حضرت عبدالمطلب کو ہی کیوں حاصل ہو۔ انہوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ یہ برکت اولاد اسماعیل علیہ السلام کی وجہ سے تھی اور یہ کنواں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کی سیرابی کا سبب بنا تھا تو اس میں آپ ہی کیوں سبقت کریں تمام اولاد اسماعیل کو اس کام میں شریک کیا جائے مگر حضرت عبدالمطلب کا موقف یہ تھا کہ بشارت چونکہ مجھے ملی ہے اس لیے میں ہی اس کام کو انجام دوں گا۔ اس پر جھگڑا بڑھ گیا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ کسی کو ثالث مقرر کر کے فیصلہ کرا لیا جائے۔ پھر یہ طے پایا کہ شام میں ایک کاہن ہے جو اپنے علم و فضل میں یکتا ہے اس کا فیصلہ سب کو منظور ہو گا اور کوئی اس سے انحراف نہ کرے گا۔

شام کا سفر:

ایک روایت میں آتا ہے کہ قریش نے ثالث کے لیے بنی سعد ندیم کی کاہنہ کا نام پیش کیا جو کہ شام میں رہتی تھی۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے منظور کر لیا چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق مکہ مکرمہ کے ہر قبیلہ کا ایک ایک نمائندہ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا۔ یہ گرمی کا موسم تھا۔ راستے میں پانی کم یاب ہی نہیں بلکہ نایاب تھا اس وقت راستے میں بے آب و گیاہ میدان تھے جب یہ سب لوگ حجاز و شام کے درمیانی میدانوں میں سے کسی میدان میں تھے تو حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھ چلنے والوں میں سے ہر ایک کے پاس پانی ختم ہو گیا اور سب کو اس قدر پیاس ستائی کہ ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ قریش کے بعض قبیلوں کے پاس پانی تھا جو انہوں نے ان کو دینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہم خود بھی تو بے آب و گیاہ بیابان میں ہیں اور ہمیں بھی اسی آفت کا خوف لگا ہوا ہے جو اس وقت تم پر پڑی ہے۔ جب حضرت عبدالمطلب نے قوم کا یہ برتاؤ اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کے لیے خوف و خطرہ دیکھا تو کہا کہ اب تم لوگ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہو؟ انہوں نے کہا' آپ جو مناسب خیال کریں ہم

Marfat.com

اس کی پیروی کریں گے۔آپ جو بھی اس سلسلہ میں حکم دیں گے ہم ضرور بجالائیں گے۔اس پر حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے لیے اس قوت سے جو اس میں اس وقت ہے ایک ایک گڑھا کھودے کہ جب کوئی مرے تو ساتھی اسے اس کے کھودے ہوئے گڑھے میں ڈال کر چھپادیں یہاں تک کہ آخر میں ایک شخص رہ جائے۔بہ نسبت سارے قافلے کی بربادی کے ایک شخص کا بے گوروکفن رہنا مضائقہ نہیں غرض یہ کہ ان میں سے ہر شخص اٹھااور اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودلیا پھر یہ سب پیاس کی شدت سے نڈھال ہو کر موت کے انتظار میں بیٹھ گئے کیونکہ یہ راستہ بھی بھول چکے تھے۔

غیبی مدد:

تھوڑی دیر کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ کی قسم! اس طرح اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دینا اور کچھ دوڑ دھوپ نہ کرنا اور کسی طرح کی جستجو و تلاش نہ کرنا بہت بڑی کمزوری اور پست ہمتی کی بات ہے۔ایسا کرتے ہیں کہ کسی سمت چل پڑتے ہیں شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی جگہ سے پانی دلادے آخرکار وہ سب وہاں سے نکلے۔ان کے ساتھ قریش کے جو لوگ تھے وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں اب یہ کیا کرتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اپنی سواری کی طرف بڑھے۔جب سوار ہوئے اور اونٹنی ان کو لے کر اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے شیریں پانی کا چشمہ نکل پڑا۔سب نے یہ منظر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا نعرہ بلند کیا اور اپنی سواریوں سے اتر آئے اور خود بھی پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا اور مشکیزے بھی پانی سے بھر لیے۔

اس کے بعد قریش نے کہا' رب کعبہ کی قسم! یہ ہمارے خلاف اور تمہارے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے' اے عبدالمطلب! اب ہم آپ سے زمزم کے بارے میں کبھی جھگڑا نہ کریں گے جس ذات باری تعالیٰ نے آپ کو اس بے آب و گیاہ صحرا میں پانی سے سیراب کیا ہے بلاشبہ اسی نے آپ کو زمزم عنایت فرمایا ہے۔لہٰذا اب واپس چلو یہ شرف و عزت تمہارے لیے ہی ودیعت ہو چکا ہے اور اس بارے میں کسی کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ صرف آپ کی ذات بابرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا ہے اور موت کے منہ سے نکال کر نئی زندگی بخشی

Marfat.com

ہے۔زمزم کا کنواں آپ کو مبارک ہو۔اب کسی کے لیے اس میں شرکت کی گنجائش نہیں۔

حضرت عبدالمطلب کی منت:

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے قریش مکہ کی مخالفت کے باوجود چاہ زمزم کی کھدائی کا پکا ارادہ کرلیا اور کوئی شخص اس کام میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ ہوا کہ کہیں بت ناراض نہ ہو جائیں اور اس وجہ سے ان کو کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے تو حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر کھدائی کرنے لگے۔اس وقت ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میرے حارث کے علاوہ بھی بہت سے بیٹے ہوتے اور اس کام میں میرے ساتھ شریک ہوتے چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر دس بیٹے ہوں گے تو ایک بیٹا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دوں گا۔پھر جب ان کے ہاں اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے دیے تو آپ نے ان سب کو ایک جگہ پر جمع کیا اور اپنی نذر منت کے بارے میں ان کو بتایا اور اسے پورا کرنے کی دعوت دی۔بیٹوں نے اپنے والد کی بات پر آمین کہی اور پوچھا کہ اے ابا جان! منت کو پورا کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔اس کے لیے خانہ کعبہ میں قرعہ اندازی کی گئی اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد گرامی حضرت عبداللہ کا نام نکل آیا۔

حضرت عبداللہ اپنی والدہ کی اولاد نرینہ میں ابو طالب و حضرت زبیر سے عمر میں چھوٹے تھے اور اسی وجہ سے حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب کو بہت عزیز تھے اور ان سے بڑی محبت کیا کرتے۔ان سے محبت کی ایک اور وجہ بھی تھی کہ نور مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی اقدس میں جلوہ گر تھا اور اسی وجہ سے ان کا اسم مبارک عبداللہ رکھا گیا تھا۔

منت پوری کرنے کا حکم:

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ سب جوان ہو گئے تو ایک رات حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کے نزدیک سو رہے تھے کہ ان کو ایک خواب دکھائی دیا۔خواب میں کسی غیبی آواز کو سنا کہ اے عبدالمطلب! اپنی اس منت کو جو اللہ تعالیٰ کے لیے مانی تھی پورا کرو۔جب حضرت عبدالمطلب نیند سے بیدار ہوئے تو خوف سے

Marfat.com

کپکپی طاری تھی چنانچہ فوری طور پر ایک دنبہ ذبح کیا اور کھانا پکوا کر محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد جب پھر سوئے تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا' اے عبدالمطلب! اس سے بڑی قربانی دو۔ چنانچہ بیدار ہونے کے بعد ایک گائے کی قربانی دی۔ جب پھر سوئے تو خواب میں آواز آئی اس سے بڑھ کر قربانی دو۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور پھر جب سوئے تو خواب میں یہ یاد دلایا گیا کہ اے عبدالمطلب! تم نے اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مانی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت عبدالمطلب بڑے پریشان ہوئے اور اپنے تمام بیٹوں کو اپنے پاس جمع کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور پھر جب قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا باوجود اس بات کے کہ حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ سے بہت پیار کرتے تھے۔ اپنے سب سے پیارے بیٹے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور قربانی کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت عبداللہ کو قربان کرنے کی تیاری:

یہ دیکھ کر لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کہا' اے عبدالمطلب! یہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ میں عبداللہ کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا' آپ ان کو ہرگز ذبح نہ کریں جب تک کہ آپ اس بارے میں مجبور نہ ہو جائیں اگر آپ ایسا کریں گے تو ہر شخص اپنا بیٹا لایا کرے گا کہ اسے ذبح کرے۔ اس طرح انسانی نسل باقی نہ رہے گی اور پھر جو لوگ آپ کے قریبی عزیز و رشتہ دار تھے انہوں نے کہا کہ حجاز میں ایک کاہنہ عورت رہتی ہے وہ عقل مند اور دانا ہے اس سے رجوع کریں وہ ضرور کوئی ترکیب بتائے گی جس سے عبداللہ کی جان بچ جائے گی اگر اس نے بھی انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا تو پھر آپ کو پورا اختیار ہوگا اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم دیا جس میں آپ کے اور آپ کے اس بیٹے کے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت ہو تو آپ اسے قبول کر لیں۔ (اس وقت تک جنات کا آسمانوں پر آنا جانا منع نہ ہوا تھا اور وہ چوری چھپے آسمانوں کی خبریں سن کر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے)

Marfat.com

سو اُونٹوں پر قرعہ:

چنانچہ حضرت عبدالمطلب کچھ لوگوں کے ساتھ اس کاہنہ عورت کے پاس گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اپنے اور اپنے بیٹے کے حالات بتائے تمام باتیں سننے کے بعد عورت نے کہا، تم لوگ آج چلے جاؤ اور کل آنا تا کہ میں اپنے ہمزاد جن سے اس بارے میں کچھ معلوم کر سکوں کہ وہ کیا اشارہ دیتا ہے۔ اس پر تمام لوگ واپس چلے آئے۔ حضرت عبدالمطلب معاملے کی نزاکت کے پیش نظر واپس جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا کرتے رہے۔ اگلے دن پھر کاہنہ کے پاس گئے۔ اس عورت نے پوچھا کہ آج کل تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت کیا دی جاتی ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے بتایا کہ آج کل دس اونٹ کی شرح ہے۔ چنانچہ کاہنہ نے کہا کہ پہلی مرتبہ حضرت عبداللہ کے نام سے دس اونٹوں کا قرعہ ڈالا جائے اگر قرعہ میں اونٹ آ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ دس اونٹ مزید بڑھاتے جائیں اور جب تک قرعہ میں اونٹ نہ نکلیں ہر مرتبہ دس اونٹوں کا اضافہ کیا جاتا رہے تا کہ تمہارا پروردگار راضی ہو جائے۔ جب قرعہ اونٹوں پر نکل آئے تو اتنی تعداد میں اونٹ ذبح کر دینا کہ تمہارا پروردگار بھی تم سے راضی ہو جائے گا اور تمہارا بیٹا بھی بچ جائے گا چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اسی طرح دس دس اونٹ بڑھائے جانے پر بالآخر سو اونٹوں پر نکل آیا مگر حضرت عبدالمطلب کے دل کو اطمینان پھر بھی نہ ہوا۔ اپنے دل کی تسلی و اطمینان کی خاطر عبدالمطلب نے دوسری مرتبہ قرعہ ڈالا تو وہ بھی اونٹوں کے نام پر نکلا۔ تب حضرت عبدالمطلب کو تسلی ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جو لوگ اس وقت وہاں پر موجود تھے انہوں نے کہا ''اے عبدالمطلب! اب تم اپنے پروردگار کی رضا مندی کو پہنچ گئے ہو۔'' حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹوں کو ذبح کیا اس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد حضرت عبداللہ کی جان بچائی گئی۔

اسی لیے رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ (ان میں سے ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں) (سیرت حلبیہ جلد اول)

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب کا ایک اور خواب:

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب ایک روز اپنے حجرہ میں عزلت نشین تھے کہ نیند کا غلبہ ہوا اور محو خواب ہوئے حالت خواب میں تھے لیکن تقدیر ان کی اس کیفیت پر خندہ زن تھی کہ یہ شخص محو خواب ہے لیکن ان کی تقدیر جاگ رہی ہے۔

اس سونے والے کی آنکھیں خواب آلود ہیں لیکن قلب ونظر باطنی ان چیزوں کو دیکھ رہی ہے جس کو دیکھنے کے لیے دوسروں کی آنکھیں ترستی ہیں۔ اور کارکنان قضاء وقدر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ہیں ادھر عبدالمطلب کی قسمت کا ستارہ ثریا پر محو پرواز ہے خواب کی کیفیات کا سینہ متحمل نہ ہوسکا قلب پر وحشت طاری ہوئی اور نیند سے بیدار ہوئے، اور نیند سے کیا جاگے قسمت جاگ گئی۔ دلی کیفیات پر اطمینان حاصل کرنے کے لیے رواج کے مطابق کاہنہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے عبدالمطلب کو دیکھتے ہی کہا کہ اے عرب کے سردار آپ کے چہرہ پر اضمحلال کے آثار نمودار ہیں کیا وجہ ہے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ کاہنہ نے کہا کہ کم ازکم اس کی کیفیت بیان کریں تاکہ میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کرسکوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ایک زنجیر میری پشت سے نکلی اور شش جہات میں پھیل گئی۔ ایک کونہ مشرق کے انتہائی سرے اور دوسرا مغربی سمت اسی طرح شمال وجنوب میں۔ بالائی سرا ثریا تک اور نچلا حصہ تحت الثریٰ تک چلا گیا۔ میں اس زنجیر کو تعجب سے دیکھتا رہا وہ زنجیر ناگہانی طور پر پھیلی اور ایک درخت کی شکل اختیار کرلی۔ یہ درخت بہت ہی بڑا تھا اور اس میں دنیا زمانہ کے پھل لگے ہوئے تھے۔ اس درخت سے یہ نوری خوشبو کے بھبکے نکل رہے تھے اور نورانی کرنیں اس کی جانب سجدہ ریز تھیں اور لحہ بہ لحہ نور وتقدس کے آثار اس سے ظاہر ہو رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی شاخیں پکڑے لٹک رہی تھی لیکن قریش ہی کی ایک جماعت اس کی شاخیں کاٹنے اور اس کو جڑ سے اکھاڑنے کے درپے تھی لیکن یہ مخالف جماعت جب بھی قریب آنے کی کوشش کرتی۔ ایک خوبرو نوجوان کہ اس

Marfat.com

جیسا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا انہیں ایسا کرنے سے روک دیتا تھا اور انہیں منتشر کر دیتا بعض لوگوں کی آنکھیں بھی حلقہ جسم سے نکال دیتا۔

میں نے بھی کوشش کی کہ اس نور مبارک سے میں بھی مستفیض ہوں لہٰذا میں نے اس جوان خوبرو سے ایک سوال کیا کہ اس نور سے کون فیض یاب ہوگا انہوں نے فرمایا وہ لوگ جو اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں اس سے مستفیض ہوں گے۔ اب میرا استعجاب کم ہوا تو اس کے تنے کے قریب دو متبرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ میں نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا کہ میں نوح نجی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ درخت وہ ہے جو تمہارے آباؤ اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہاری صلب سے ظاہر ہوا ہے۔

خواب کی تعبیر:

جب عبدالمطلب نے یہ خواب سنایا تو کاہنہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور سوچ بچار کے بعد کہنے لگی کہ جو واقعہ تم نے سنایا ہے اگر درست ہے اور اس طرح پیش آئے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک شخصیت تمہاری نسل میں پیدا ہوگی جس پر باشندگان زمین اور ساکنان ملاء اعلیٰ ایمان لائیں گے اور ان کی متابعت اور اطاعت کمر باندھیں گے اور زنجیر اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس دین کو استحکام نظم وضبط ربط اتفاق واتحاد کی دولت میسر ہوگی۔ شش جہات تک اس کا پھیلنا اس بات پر دال ہے کہ وہ دین ہمہ گیر ہوگا جو شش جہات میں پھیلے گا اور لوگوں کا شاخوں کو پکڑ کر لٹکنا اس امر پر دال ہے کہ اس کی شاخیں انتہائی مضبوط ہوں گی۔ اس دین کے متبعین عزم وہمت کے پیکر اور صبر واستقلال کے پہاڑ ہوں گے۔

نوح وابراہیم علیہم السلام کی موجودگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ ان کے مخالف قوم نوح کی طرح عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے اور ان کی موافقت کرنے والے ملت حنفیہ کی متابعت کی برکت سے اپنے مقاصد پر قبضہ وقدرت حاصل کر کے کامیاب وکامران ہوں گے اور ان کی شریعت قیام قیامت تک باقی اور درخشندہ ہوگی۔

Marfat.com

اہل حبشہ کی یمن پر چڑھائی:

حضرت عبدالمطلب کے دور میں اہل حبشہ نے یمن پر چڑھائی کر دی تھی اس حوالے سے جناب وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جب یمن کے یہودی نژاد بادشاہ ذونواس نے نجران میں قتل و غارت مچائی تو نجران کے پارسیوں کو ملت موسوی کی مخالفت کی بناء پر جلا ڈالا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اور قسم اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں کھائی والوں پر لعنت ہو اس بھڑکتی آگ والے پر (ترجمہ از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ)

نجران کا ایک رئیس دوس بن ثعلبان نامی بھاگ قیصر روم کے پاس آیا اور ذونواس اور اس کے ساتھیوں کی چیرہ دستیوں کی لرزہ خیز داستانیں اور انجیل کی بے حرمتی کے واقعات سنائے یہ سن کر قیصر روم جو خود بھی مجوسی تھا سخت مشتعل ہوا لیکن باوجود دینی جذبہ کے کچھ کرنے سے اس لیے مجبور رہا کہ یمن و نجران اس کی حدود مملکت سے بہت دور تھا اور وہاں لشکر بھیجنا بہت مشکل کام تھا لہٰذا اس نے دوس بن ثعلبان سے معذرت کر لی اور ایک خط نجاشی شاہ حبشہ کو لکھا جس میں ذونواس کے خونیں مظالم کی منظرکشی کے بعد یہ لکھا چونکہ حبشہ سے یمن اتنا زیادہ دور نہیں ہے اس لیے تمہارا مذہبی فریضہ یہ ہے کہ تم اس دین کی مخالفت کرو جس کے تم متبع ہو اور ذونواس سے اپنی مذہبی بھائیوں کے خون کا بدلہ لو۔

یہ خط لے کر جب دوس بن ثعلبان نجاشی کے پاس آیا تو نجاشی نے خط کو پڑھ کر لشکر کی تیاری کا حکم دے دیا اور مختلف روایات کے مطابق سات ہزار یا ستر ہزار جنگ آزمودہ جوانوں پر مشتمل لشکر ابرہہ اور رباط نامی سرداروں کی رہنمائی میں روانہ کر دیا اور انہیں ہدایات دیں کہ یمنی لشکر کے مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آئیں اور ان کے علاقہ کو تاراج کر دیں اور جو کچھ کہ انہوں نے اہل نجران کے ساتھ کیا ہے وہی رویہ ان کے ساتھ برتا جائے اور اس میں کسی قسم کی رورعایت نہ کی جائے۔ اس طرح وہ اپنے کیے کی سزا پالیں۔ غرضیکہ نجاشی نے لشکر جرار تیار کر کے روانہ کر دیا اور جب یہ لشکر اب ساحل پہنچا۔ اس وقت دوس بن ثعلبان نے کسی شخص کو روانہ کیا کہ بنی نجران کے بچے کھچے آدمیوں کو

Marfat.com

یا ان کے بقیہ لشکریوں کو ساتھ لے آئے وہ لوگ حبشہ کے لشکر سے آ کر مل گئے۔

بادشاہ یمن کو جب حبشہ والوں کے لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو سرداران حمیر جو فنون جنگ میں مہارت رکھتے تھے بلایا اور اپنے متبعین و رفقاء کو جمع کیا اور مجوسیوں کے لشکر کے مقابلہ کے لیے آ گیا۔

جب دونوں لشکر جمع ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے تو جنگ چھڑ گئی اور نتیجہ میں ذونواس کو اس کے ظلم و ستم کی سزا مل گئی۔ حمیریوں کے لشکر نے پسپائی اختیار کی۔ ذونواس لشکر سے بھاگ نکلا اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا لیکن شامتِ اعمال نے پیچھا نہ چھوڑا اور وہ مع گھوڑے کے غرق ہو گیا اور اپنے کیے کی پاداش میں اسفل السافلین میں پہنچ گیا۔

ادھر ابرہہ اور ارباط نے نجاشی کے حکم کے مطابق خوب قتل و غارت مچائی مردوں کو قتل اور عورتوں بچوں کو قیدی بنایا اور اس طرح چند سال کے لیے یمن میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

انجام کار ارباط اور ابرہہ میں اتفاق نہ رہ سکا اور آپس میں چپقلش پیدا ہوئی ان دونوں نے اپنی پارٹیاں بنالیں لیکن جب کسی طرح آپس میں نہ نبھ سکی تو دونوں گروہوں میں لڑائی ٹھن گئی لیکن قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو ابرہہ نے ارباط سے کہہ دیا کہ اصل میں تو لڑائی ہم دونوں کے درمیان ہے بجائے اس کے کہ دونوں کے حلیف لڑیں۔ ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کریں اگر تمہارا ہاتھ پہلے اٹھ جائے اور تمہارا وار چل جائے تو ملک تمہارا لیکن اس کے برخلاف اگر فتح میرے مقدر میں ہے اور میرا داؤ پہلے پڑ جائے تو ملک میرا ہے۔

ابرہہ اور ارباط میں مقابلہ:

ابرہہ کی پیشکش کو ارباط نے منظور کر لیا اور مقابلہ کرنے کی غرض سے دونوں اپنے اپنے لشکر سے باہر نکلے ارباط خوش شکل خوش لباس اور قد آور شخص تھا جب کہ ابرہہ بدصورت پستہ قد اور چالاک تھا۔ یہ مجوسی دین پر راسخ العقیدہ بھی تھا۔ اس نے اپنے ایک غلام غنود کو اعتماد میں لے کر اس کام پر مقرر کیا تھا کہ جب میں ارباط سے نبرد آزما ہوں تو تم پشت سے آ کر اس پر حملہ کر دینا اس کے صلہ میں تم کو بہت کثیر انعام ملے گا۔

Marfat.com

الغرض جب ابرہہ اور ارباط مقابل ہوئے تو غنود نے پشت سے آ کر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں ابرہہ کی ناک ہونٹ کٹ گئے اور اس غنود نامی غلام نے ارباط کو ایسے جچا تلا ہاتھ مارا جس سے اس کی گردن بھٹے کی طرح اڑ گئی۔ چونکہ ابرہہ اس حملہ کے نتیجہ میں نکٹا ہو گیا تھا اور لوگ اس کو اشرم کے لقب سے پکارنے لگے اور تمام لشکر ابرہہ کا مطیع ہو گیا اور ابرہہ کو اپنا حکمران تسلیم کیا۔

ارباط کے مارے جانے کے بعد جب نجاشی کو اس جنگ و جدل کی اطلاع ملی تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے ابرہہ کو سزا دینے کی قسم کھا کر لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا تا کہ ابرہہ کا سر کاٹ کر اس کی داڑھی خون آلود کر کے اس کو زیر زمین کر دے۔

ابرہہ کی یمن پر حکمرانی:

اس صورت حال کا علم جب ابرہہ کو ہوا تو اس نے بادشاہ کے لیے بہت سے تحفے تحائف ارسال کیے اور قاصد کے ذریعہ کہلایا کہ میں اور ارباط آپ کے خادم غلام تھے۔ اب وہ ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لشکر کے انتظام و انصرام سے واقف نہ تھا اور مجھے اس بات کا خوف ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ حکومت ہمارے سے چلی جائے اور لشکر کی بد دلی سے دشمن فائدہ حاصل کرے۔

رہا خدمت گزاری کا سوال تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایک غلام اگر چلا گیا تو میں اس کی بجائے حاضر ہوں اور اس یقین دہانی کے ساتھ کہ خدمت گزاری میں سر مو فرق نہ آنے دوں گا اور جب تک زندگی ہے خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھوں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ اب میں نے ملک بادشاہ کے نام پر سنبھال رکھا ہے اور اس کی ترقی و خوشحالی کے لیے کمر ہمت باندھ رکھی ہے ابرہہ نے اپنی داڑھی اور سر کے چند بال اور یمن کی تھوڑی سی مٹی تحفہ و تحائف کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیے اور قاصد سے کہا کہ بادشاہ سے میری طرف سے عرض کرنا کہ میں اس قابل کہاں ہوں کہ بادشاہ بنفس نفیس میری سزا دہی کے لیے تشریف لائیں اپنے بال اور یمن کی مٹی اس لیے روانہ کر رہا ہوں کہ کسی غلام کو حکم دیں کہ وہ ان بالوں کو خاک آلود کر دے تا کہ آپ اس طرح اپنی قسم کو پورا کریں اور نقض قسم آپ پر لازم نہ آئے۔

Marfat.com

بادشاہ کو ابرہہ کی عذر خواہی کا انداز پسند آیا اور اس نے ابرہہ کو معاف کر دیا اور ایک شاہی فرمان ابرہہ کے نام روانہ فرمایا کہ ہم نے تمہارا اختیار و اقتدار یمن پر منظور کر لیا اب تمہارا فرض یہ ہے کہ ہمارے احکام پر گردن اطاعت خم کرو اور سمعنا و اطعنا کی ذمہ داری قبول کر لو۔

اس طرح بادشاہ نے ابرہہ پر اپنی شفقتیں قائم رکھیں اور اس کے قاصد کی خاطر و مدارات کی اور شاہانہ انعام و اکرام سے نوازا اور ابرہہ کا اقتدار یمن پر تسلیم کر کے اس کو وہاں کا حاکم برقرار رکھا۔ اسی طرح ابرہہ نے اپنے علاقہ کا نظم و نسق بحسن و خوبی چلایا جس کے نتیجہ میں وہ علاقہ روز بروز ترقی کرتا رہا۔ اس کے بعد ابرہہ نے یمن میں ایک کلیسا کی بنیاد رکھی۔ جس سے اس کے زوال کا آغاز ہو گیا۔

خانہ کعبہ کے مقابلے پر بُت خانہ کی تعمیر:

یمن کے اقتدار پر مکمل قابض ہونے کے چند سالوں بعد ابرہہ نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ہر سال یمن سے لوگ جوق در جوق پا پیادہ سفر کرتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد واپس ہوتے ہیں۔ ابرہہ نے تفتیش کرائی کہ یہ لوگ کس مقصد کے حصول کے لیے پا پیادہ سفر کرتے ہیں۔

ابرہہ کو بتایا گیا کہ سرزمین مکہ پر ایک عمارت جناب خلیل علیہ السلام کی تعمیر کردہ جو رب جلیل کی منظور شدہ و تائید یافتہ ہے اس کی زیارت کے لیے یہ سب لوگ جاتے ہیں اس عمارت کا طواف کرتے ہیں اور دوران طواف اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کو پا لیتے ہیں۔

ابرہہ نے دریافت کیا کہ وہ عمارت کس چیز سے بنائی گئی ہے کوئی اس میں انوکھی یا نرالی بات ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ ظاہر میں سنگ و خشت کی ایک عمارت ہے لیکن باطن میں اس کی عظمت قدر و منزلت ایوان عرش تک پہنچی ہوئی ہے اس کی نخوت غرور و تکبر کو مہمیز لگی اور اس نے اپنے ذہن میں یہ خیال پختہ کر لیا کہ خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک ایسا عمدہ بت خانہ تعمیر کرے گا کہ جس کی وجہ سے آئندہ کوئی خانہ کعبہ نہ جائے گا اور یہ عمارت ایسی تعمیر کی جائے گی کہ ربع مسکون (دنیا) میں کوئی عمارت اس کی نظیر نہ ہو گی اور یہ عمارت اپنی مثال آپ ہو گی۔ اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے ماہرین فن

Marfat.com

تعمیر کو بلایا اور کہا کہ ایسی تعمیر کریں جس کی نظیر اطراف واکناف عالم میں نہ ملے۔

اس کے بعد ماہرین فن تعمیر نے اس عمارت کا نقشہ بنایا اور ماہرین فن معماروں نے اس عمارت کی تعمیر شروع کی قیمتی پتھروں لعل و جواہر کے استعمال کے سبب شاہی خزانہ خالی کر دیا۔ عمارت کی تعمیر وتزئین نقش ونگار میں انہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں وقف کر کے اس عمارت کو نمونہ روزگار بنادیا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود اس میں دعائے خلیل رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا شامل نہ ہوسکی اور خالق کائنات کی ضمانت امن وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اس کو میسر نہ ہوسکی اور حجر اسود جو خالص عطائے الٰہی اور جنتی پتھر جس کو جناب آدم صفی اللہ سے نسبت تھی رکھا تھا اس کی زینت نہ بن سکا۔

اس عمارت کی تکمیل کے بعد اس میں قیمتی پردے اور غلاف ڈالے گئے اور اس کے کھلنے و بند ہونے کے اوقات معین کر کے لوگوں کو اس کی زیارت کی دعوت دی گئی۔ خانہ کعبہ کی طرح اس کے طواف اور اعتکاف کے لیے لوگوں کو مقرر کیا گیا اور ان تمام مراحل سے فراغت کے بعد ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں نے آپ کے نام سے معنون ومنسوب کر کے ایک عمارت (عبادت گاہ) تعمیر کی ہے تاکہ لوگ مکہ کی بجائے اب مقام صنعاء میں اس عبادت کی طرف رجوع ہوں اور کعبہ کو انحراف کا قفل ڈال کر صنعاء کی عبادت کا قفل التماس اور اعتقاد سے کھولیں اور خانہ کعبہ کا راستہ عبادت گزاروں کے لیے بند ہو جائے اور عقیدت ومحبت کے ساتھ قلیس کا راستہ کھل جائے اور دیر وعجلت سے قبول ہونے والی دعائیں بادشاہ کے ذریعہ پوری ہوں۔ اس خط کو روانہ کرنے کے بعد انتہائی زور شور سے اس کنیہ (عبادت گاہ) کی تشہیر کی اور ہر خاص و عام کو اس کی زیارت کے لیے آنے کی دعوت دی۔

بُت خانہ میں غلاظت:

ابرہہ کی بنوائی ہوئی اس عبادت گاہ کی تعمیر کی خبریں ہر چہار سو عالم میں مشہور ہوئیں تو بعض ضعیف الاعتقاد عبادت کی غرض اور بعض تماش بین عمارت کی آرائش وزیبائش دیکھنے کے لیے یمن آنے لگے۔ بعض آنے والے اور بعض بادشاہ کے مقرر کردہ لوگ طواف واعتکاف میں مشغول ہوگئے لیکن اڑتی اڑتی جب یہ خبر مکہ تک پہنچی تو مکہ کے اطراف کے لوگ خصوصاً آل

Marfat.com

عدنان ہبط قحطان اس اطلاع سے بہت متاثر ہوئے۔ نعیم بن عدی کنانی کے بیٹوں میں سے ایک لڑکا جس کا نام نفیل تھا اس نے اس مکروفریب کا پردہ چاک کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور کمر ہمت باندھ کر اس نے صنعاء (یمن) کا سفر کیا۔ قطع راحل کرتا ہوا وہ جب صنعا آیا تو شب کا وقت تھا آسمان پر تارے چمکے ہوئے تھے۔ ماہتاب اپنی ضوافشانیوں میں مشغول تھا خانہ خدا کے اس عقیدت مند نے باطل کے اس صنم کو پاش پاش کرنے کی تدابیر اختیار کیں اور اس گرجا میں داخل ہوا اور کسی نہ کسی طرح اس تثلیث کے پرستاروں کو اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ رات اس گھر میں بسر کرے لہٰذا خدام نے اس کو اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا اور مطمئن ہو کر چلے گئے۔

نوفل نے رات میں اس کینسہ میں قضا حاجت کی اور اس کی محراب کو نجاست سے آلودہ کر کے صبح کے انتظار میں دروازے پر آنکھیں لگا ئیں کہ کب صبح طلوع ہو دروازہ کھلے اور میں باہر نکلوں۔ الغرض جب اس کینسہ اپنی (نام نہاد) عبادت گاہ جوان کا ملجاؤ ماوئی تھا دروازہ کھولا تو نوفل تیر کی مانند باہر نکل آیا اور اپنے گھر کی طرف دوڑتا بھاگتا راہ فرار اختیار کر گیا۔

ابرہہ کی خانہ کعبہ پر چڑھائی کے لیے تیاریاں:

طلوع آفتاب کے بعد عبادت خانہ کا منتظم اور دوسرے لوگ عبادت خانے میں داخل ہوئے تو ان کو عبادت گاہ میں غلاظت کی بدبو محسوس ہوئی تو تلاش کے بعد پتہ چلا کہ رات کے مہمان نے ضروری حاجت سے فراغت کے لیے عبادت خانہ کو منتخب کیا ہے۔ یہ بات جب منتظم اعلیٰ ابرہہ کو بتائی گئی کہ عرب کے مہمان نے ہی یہ حرکت کی ہوگی۔ یہ سنتے ہی اس کو سخت غصہ آیا اور دن بھر فرط غیض میں کوئی کام نہ کر سکا اور طیش میں آ کر یہ فیصلہ کیا کہ اب تک تو میں نے خانہ کعبہ کی اہمیت گھٹانے کے لیے اقدام کیے تھے اور اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ تھا لیکن اب اس سے معاملہ نہ نبٹے گا بلکہ اس کو نقصان پہنچانا اور اس کو ختم کرنا نہایت اہم ہے لہٰذا اب میں اس کو نیست و نابود کر دوں گا اتفاقاً اسی دن قیس بن ساعدہ ابرہہ کے پاس آیا اور اپنے بھائی محمد بن خزاعی کی موت کی خبر سنائی یہ ذات شریف ابرہہ کے اشارے پر قبائل عرب میں قلیس کے اعلان و اشاعت کے لیے گیا تھا اور اہل عرب کے جذبات عقیدت ومحبت کا شکار ہو گیا اور بنی ہذیل نے اس کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ اس اطلاع نے ابرہہ پر جلتی پر تیل کے

Marfat.com

مصداق بہت اثر کیا اور اس کی آتشِ انتقام تیز تر ہوگئی اور اس نے یہ قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر خانہ کعبہ کی مٹی بھی وہاں نہ چھوڑوں گا اسے بھی ہاتھوں کی پشت پر لاد کر یمن لے آؤں گا۔

لہٰذا اس نے اپنے ارادہ فاسدہ کی تکمیل کے لیے شاہ حبشہ سے مدد کی درخواست کی اور خصوصیت کے ساتھ محمود نامی ہاتھی کے لیے کہلایا۔ اس سفید ہاتھی کو فتح و کامرانی کا نشان سمجھا جاتا تھا اور یہ اپنی دو خصوصیات کی وجہ سے دوسرے ہاتھیوں میں ممتاز تھا ایک تو اس کی سفیدی اور دوسری یہ بات فصحاو بلغاء نے اپنے کلام میں اس کی بہت تعریف کی تھی۔ اس کے متعلق انہوں نے ان جذبات کا اظہار کیا تھا کہ محمود نامی ہاتھی اتنا سفید تھا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی اور اس کی سفیدی سے آنکھ کی پتلی کے سیاہ حصہ پر منعکس ہو کر معدوم ہو جاتی تھی اور اس کی بلندی و رفعت کا یہ عالم تھا کہ نظر و فکر اس کے زانو سے متجاوز نہ ہوتی تھی۔

نجاشی نے ابرہہ کی درخواست کو قبول کر کے چند دوسرے ہاتھی محمود کے بدلہ میں روانہ کر دیے۔ ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ مردان آہن پوش اور جفاکش ہاتھیوں کو یمن سے مکہ مکرمہ روانہ کیا تاکہ پورے جاہ و جلال اور رعب و دبدبے کے ساتھ بیت اللہ پر چڑھائی کی جائے۔

ابرہہ کی مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی:

تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ابرہہ نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔ تفسیر یعقوب کشانی میں تحریر کیا گیا ہے کہ ابرہہ کی فوج میں تین لاکھ سوار پیادے چار ہزار ہاتھی نشین سپاہی تھے۔ اس فوج کی فنی مہارت کا عالم یہ تھا کہ ان کے گھوڑوں کے قدموں کی ٹاپوں سے زمین دہلتی تھی اونٹوں کی تعداد تو شمار سے باہر تھی۔ ابرہہ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ فتح کے بعد خانہ کعبہ کی مٹی تک کھود کر ہاتھی اور گھوڑوں پر اٹھا کر یمن لے جائی جائے گی اور اہل مکہ کے ساتھ قتل و غارت میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور ان کو جنگی قیدی بنانے میں کوئی سہولت نہ برتی جائے۔

جب یہ خبر قبائل عرب میں پھیل گئی تو لوگ اس کی مدافعت کے لیے میدان عمل میں آگئے یمن کے علاقہ کا ایک معزز فرد حمیر کا بادشاہ ذونضر جس کے عرب کے چند قبائل بھی حلیف تھے

Marfat.com

کمر ہمت باندھ کر میدان عمل میں آ گیا۔ اپنے ساتھ عرب کے قبائل کا ایک لشکر مرتب کر کے عام راستہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور راستہ ہی میں ابرہہ کے مقابلہ پر آ گیا لیکن بد قسمتی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور ذونضر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ذونضر ابرہہ کے لشکریوں کے ہاتھوں قید ہو کر ابرہہ کے سامنے پیش ہوا لیکن اس نے حالات کا جائزہ لے کر سیاست سے کام لیا اور اس کے قتل کا حکم دیا لیکن دونضر نے درخواست کی کہ میرے قتل سے درگزر کریں تا کہ میں آپ کا کوئی کام کر کے اعتماد بحال کر دوں۔ ابرہہ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کے خون سے درگزر کر کے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قطع منازل کرتا ہوا وہ مکہ کی طرف بڑھتا رہا۔ راستہ میں قبیلہ خثعم کا رئیس نفیل بن حبیب نے عرب کے قبائل کی ایک جماعت کے ساتھ ابرہہ کا راستہ روک لیا اور ابرہہ سے مزاحم ہوا لیکن قسمت نے نفیل کا ساتھ نہ دیا اس کے ساتھ کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور خود نفیل بھی قید ہو گیا۔

جب نفیل کو ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے نفیل کے قتل کا حکم دیا لیکن نفیل نے عاجزی وانکساری اور بادشاہ سے اپنی جان بخشی کی درخواست کی اور عرض گزار ہوا کہ اگر بادشاہ مجھے اپنی حفظ وامان میں لے لے تو میں خود کو اس کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گا اور عرب کی غریب آبادی کو بادشاہ کا مطیع وفرمانبردار بنانے میں جہد بلیغ کروں گا اس کی درخواست کو ابرہہ نے منظور کر کے اس کی جان بخشی کی۔ نفیل نے اپنی اطاعت کا ثبوت اس طرح دیا کہ ابرہہ جب سرزمین طائف پر گزرا تو وہاں کے لوگوں نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آ گئے اور نہایت عاجزی وانکساری کا اعتراف کیا۔ اس رویہ کے پیش نظر ابرہہ نے طائف والوں کو امان دے دی اور ان پر ظلم وستم نہ کیا اور ان کو ان کے گھروں کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ:

ابرہہ کا لشکر جرار جب مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع مقام مغمش میں پہنچا تو اس جگہ پر ایک کنواں تھا جس کو مغمش کہا جاتا تھا اس کے باعث اس مقام کو بھی مغمش کہا جانے لگا۔

Marfat.com

اس جگہ پر پہنچ کر ابرہہ نے اسود بن مقصود کو مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے آگے بھیجا تا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اہل عرب پر چڑھائی کرے مگر اسود پیش قدمی کرتے ہوئے۔ اُن مویشیوں کو جو میدان تہامہ میں چر رہے تھے۔ ہنکا کر لے گیا۔ جن میں دو سو اونٹ صرف عبدالمطلب کے تھے۔

قریش، کنانہ، ہذیل کے لوگوں نے چاہا کہ کسی طریقہ سے یہ اونٹ واپس لے جائیں لیکن ان میں مقابلہ کی طاقت و ہمت نہ تھی اس لیے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

ابرہہ نے اس اثناء میں خباط حمیری کو سفیر بنا کر قریش کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہا کہ شرفاء۔ مقتداء اور سردار قریش کو بتا دو کہ میں صرف خانہ کعبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے آیا ہوں میرا مقصد قتل و غارت گری جنگ و جدل نہیں ہے لیکن اگر تم اس حالت میں ہو کہ میرا مقابلہ کر سکو تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

ابرہہ نے خباط کو ہدایت کر دی تھی کہ اگر قریش والے مصالحت پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے سرداروں کو اپنے ساتھ لیتے آنا۔

خباط جب مکہ آیا تو اس نے قریش کی سرداری کے منصب پر عبدالمطلب کو سرفراز پایا۔ اُن سے اس نے تمام حالات اور ابرہہ کے ارادوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کی۔ عبدالمطلب نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد خباط سے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے مقابلہ کی طاقت نہیں اور ہماری جنگی تیاریوں کو بادشاہ کے عظیم لشکر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔

رہا خانہ کعبہ کا معاملہ تو اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ مکان مقدس طھر بیتی اس خالق و مالک سے نسبت رکھتا ہے کہ جو ہم سب کا معبود ہے اگر اس کو یہ منظور ہے کہ وہ اس بادشاہ کے ہاتھوں اس کو تباہ و برباد کرائے تو اس میں ہمارا کیا دخل ہے۔ اس گفتگو کے بعد خباط عبدالمطلب کو ساتھ لے کر ابرہہ کے لشکر میں آیا۔

یہاں عبدالمطلب کی ملاقات اپنے پرانے دوست دونضر سے ہوئی عبدالمطلب نے اس سے کہا کہ تم اس آڑے وقت میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو۔ دونضر نے کہا کہ میں خود اس وقت مصیبت میں ہوں اور عملاً خود کو بادشاہ کا قیدی تصور کرتا ہوں میں تمہاری اس حال میں کیا مدد کر

Marfat.com

سکتا ہوں البتہ ایک شخص کے متعلق بتاتا ہوں جو بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہے اس سے میری دوستی ہے وہ بادشاہ کا منہ چڑھا خادم ہونے کی وجہ سے تمہاری مدد کرسکتا ہے۔ لہٰذا دونفر نے انیس کو بلایا اور اس سے عبدالمطلب کی پرزور الفاظ میں سفارش کی اور عبدالمطلب کے فضائل ومناقب بھی بیان کیے کہ یہ وہ شخصیت ہے کہ جو اہل عرب میں عزت واحترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا دسترخوان دن میں دومرتبہ غریبوں کے لیے بچھایا جاتا ہے علاوہ ازیں انسان ہی نہیں بلکہ وحوش وطیور بھی ان کے خوان کرم سے حصہ پاتے ہیں اب یہ بادشاہ سے ملنے آئے ہیں لہٰذا تم مناسب الفاظ میں بادشاہ سے ان کا تعارف کراؤ اور بادشاہ سے ان کی سفارش بھی کرو۔ الغرض انیس نے دونفر کے کہنے سے عبدالمطلب کو بادشاہ کے پاس پہنچایا اور حسب سفارش ان کا تعارف بھی اچھے انداز میں کرایا۔

اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ:

حضرت عبدالمطلب نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے ان کے چہرہ اقدس سے جمال وجلال برستا تھا۔ صورت سیرت میں بے مثال حیثیت کے حامل تھے۔ جب ابرہہ کے سامنے آئے اور اس کی نظر ان پر پڑی فوراً اپنی مسند سے اترا اور عبدالمطلب کو اپنے قریب مسند پر لاکر بٹھایا۔ اس پر ان کی شکل دیکھتے ہی ایسا رعب طاری ہوا کہ شاہانہ جلال وآداب کی پاسداری اس سے ممکن نہ رہی۔ چونکہ ابرہہ عربی سے ناواقف تھا اور عبدالمطلب اس کی زبان نہ جانتے تھے اس لیے ترجمان کو بلاکر اس نے پذیرائی کے سلسلہ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اُن کو خوش آمدید کہا۔

عبدالمطلب کی شکل سے اس پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی تھی کہ ابرہہ نے یہ سوچ لیا کہ اگر عبدالمطلب خانہ کعبہ کے سلسلہ میں کچھ بات کہیں گے تو میں اپنے ارادہ میں ترمیم کرلوں گا اور اس کی تخریب سے باز آجاؤں گا اور اپنے ملک واپس ہوجاؤں گا۔ اس نے عبدالمطلب سے آمد کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری آمد کی غرض یہ ہے کہ تمہارے لشکری میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں لہٰذا ان کی واپسی کا انتظام کیا جائے میں تمہارا شکر گزار ہوں گا عبدالمطلب کی گفتگو سن کر ابرہہ کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ پہلی نظر میں آپ کی جو عزت میری نظر میں پیدا ہوئی تھی وہ

Marfat.com

آپ کی گفتگو سے ختم ہو گئی ہے۔ میں نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر جو تاثر قائم کیا تھا وہ آپ کے مطالبہ سے یکسر ختم ہو گیا۔ یہ مطالبہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے کیونکہ معاشرہ میں آپ کو جو عزت و مقام حاصل ہے وہ صرف اس مکان کی وجہ ہے جس کو میں تاراج کرنے آیا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا اور میں نے آپ کو دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ اگر آپ مجھ سے حکومت اقتدار کی منتقلی کے بارے میں کچھ کہتے تو میں اس کو بھی کر گزرتا اور حکومت سے دست بردار ہو جاتا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ نے مجھ سے خانہ کعبہ کے سلسلے میں کچھ بھی نہ کہا اور آپ کی زبان سے وہی الفاظ ادا ہوئے جو آپ کے دل میں تھے اور وہ صرف اونٹوں کی بازیابی کا مسئلہ تھا لیکن میرے لیے یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ میں تو دن بھر سائلوں کو چند درچند مدد دیتا ہی رہتا ہوں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میرے لیے اس وقت اونٹوں کی بازیابی کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں رہا خانہ کعبہ کا معاملہ تو اس سلسلہ میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ خانہ کعبہ ایسی ذات کی طرف منسوب ہے جو دانا بھی ہے اور مختار کل بھی وہ اپنے گھر کی خود محافظت فرمائے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ وہ کون شخصیت ہے جو اس کو میرے قہر و غضب سے محفوظ کر لے گا؟ عبدالمطلب نے طنزیہ اور تمسخرانہ انداز میں جواب دیا کہ اے بادشاہ تو اس ذات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کا جواب سن کر ان کے اونٹوں کی واپسی کا حکم دے دیا اور عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر آئے اور اونٹوں کو ان کے محافظوں کے سپرد کرنے کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئے اور قریش کے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا ضروری سامان لے کر قریب و جوار کی محفوظ پہاڑیوں میں روپوش ہو جائیں۔ قریش نے ان کے مشورہ پر عمل کیا اور مکہ سے روانہ ہو گئے۔

حضرت عبدالمطلب کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور دُعا:

ان معاملات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ میں آئے اور اس کی چوکھٹ تھام کر بارگاہ احدیت میں دعا کی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ دعا کے بعد عبدالمطلب پر رقت طاری ہو گئی اور وہ الحاح و زاری میں

Marfat.com

مشغول ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

اے اللہ رب العالمین اے عبادت کے لائق ذات یہ سب جانتے ہیں کہ کسی مکان کا مالک اپنی ملک میں کسی قسم کا نقصان گوارا نہیں کرتا جب دنیاوی امور میں اس طرح ہوتا ہے تو خانہ کعبہ جو ایمان سے متعلق ہے اور تیری ذات کے ساتھ منسوب ہے۔ اس وقت معرضِ خطر میں ہے کیونکہ لشکر جرار اور ہاتھیوں کی بھر مار سے اس کے در پے آزار ہے وہ اس کو تاراج کرنے کے لیے اس بستی کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر تو اس مفسد لشکر کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ گوارا فرماتا ہے کہ وہ اس کو منہدم کر دیں تو اپنی مشیت کے مطابق جس طرح مناسب ہو کر کیونکہ تو قادر مطلق ہے۔ اس استغاثہ ومناجات کے بعد عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کے پاس پہاڑ میں محفوظ مقام پر چلے آئے۔

سفید ہاتھی کا آگے بڑھنے سے انکار:

دوسرے روز صبح کو ابھی آفتاب عالم تاب کی کرنیں پوری طرح افق عالم پر نمودار نہ ہو پائی تھیں اور شب کے آثار خاکدان عالم پر باقی تھے کہ حبشہ والوں کا لشکر مکہ مکرمہ سے دو فرسنگ دور وادی حجاز سے روانگی کے لیے تیار ہوا۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ روانگی سے قبل ہاتھیوں کو رنگا رنگ کی جھولوں اور قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا جائے اور روانگی شروع ہوئی ابرہہ نے کہا کہ ہاتھیوں کو ہراول دستہ میں رکھا جائے اور محمود نامی ہاتھی سب سے آگے رہے کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ فتح ونصرت اس کے قدموں کی رہین منت ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ نفیل خشعمی جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا ہے آگے بڑھ کر محمود نامی ہاتھی کے کان میں کہا کہ ”اے ہاتھی واپس لوٹ جا کیونکہ جس طرف تو جا رہا ہے وہ حرم خدا ہے اور ذات باری کی طرف منسوب ہے خبردار اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچانا۔ جب محمود ہاتھی نے اس زات مقدس کا نام سنا تو گردن جھکائی اور جب اس کو خانہ کعبہ کی طرف بڑھایا گیا تو شطرنج کے بے جان (فیل) ہاتھی کی طرح خاموش کھڑا رہا اور سونڈھ زمین پر رکھ دی فیل بانوں نے امکانی کوشش کی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ مہاوت کبھی تو اس کا نام لے کر بڑھاتے اور کبھی گالیاں دیتے کبھی گردن پر آنکس مارتے اور کبھی اس کی پیشانی پر ضربیں لگاتے کبھی اس کے ساتھ نرمی

Marfat.com

وتلطف کے ساتھ پیش آتے لیکن ساری کوششیں عبث و بیکار رہیں محمود نے ایک قدم بھی آگے کی طرف نہ بڑھایا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے کسی دوسری سمت موڑا جاتا تو وہ رواں دواں ہونے کے لیے تیار تھا۔ البتہ دوسرے ہاتھی اپنے فیل بانوں کے ساتھ مکمل تعاون پر آمادہ تھے لیکن شگون تو اسی محمود نامی ہاتھی سے لینا تھا اور اسی سے توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ لہٰذا اس کے اس رویہ سے سخت پریشان تھے کہ ناگہانی زمین پر اندھیرا ہوتا محسوس ہوا۔

ابابیلوں کی آمد:

اُن لوگوں نے جب آسمان پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سمندر کی جانب سے کوے کے پروں کی طرح سیاہ پرندوں کے غول کے غول مصروف پرواز تھے۔ یہ پرندہ کوتاہ گردن اور گردن پر گہرا سبز رنگ باغ کی تازہ گھاس کے مانند لمبی چونچ اور دراز پنجے قد وقامت میں قدمی سے بڑا اور گوریا سے چھوٹا لاکھوں کی تعداد میں ایک عجیب انداز کے ساتھ فضائے آسمانی پر چھا گئے .... مشاہدین کا بیان ہے کہ وہ وقت ایسا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان پر ایک سیاہ چادر تان دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے پرندے نہ تو مصر و شام کے علاقہ سے متعلق تھے اور نہ خشکی وتری میں ایسے پرندے مصروف پرواز دیکھے گئے تھے ہر پرندے کی چونچ اور پنجوں میں ایک پتھر جو مسور کے دانہ سے بڑا اور چنے سے چھوٹا تھا دبا ہوا تھا جس پر ہر اس شخص کا نام تحریر تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت مقرر تھی۔

یہ پرندے فوج در فوج آتے پہلے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور پھر ابرہہ کے لشکر کی جانب متوجہ ہو جاتے۔

یہ قدرتی لشکر دنیاوی ساز وسامان سے آراستہ لشکر پر حملہ کرتا اور ان پر سنگباری شروع کر دیتا اور اس چھوٹے سے پتھر میں قدرت نے یہ طاقت رکھی تھی کہ یہ جس جگہ بھی گرتا وہاں سے گزرتا ہوا آر پار ہو جاتا۔ اگر کسی سوار کے خود پر گرتا تو اس کے تو ملے کو چھیدتا ہوا سوار اور اس کے گھوڑے کے نیچے سے نکلتا ہے جس کے نتیجہ میں سوار اور سواری دونوں ہلاک ہو جاتے۔

ابرہہ کی عبرت ناک موت:

ابرہہ چونکہ اس معرکہ سے بھاگ گیا لیکن چند روز کے بعد اس کا مرغ روح قفس عنصری

Marfat.com

سے پرواز کر گیا اور اس کی کیفیت اس طرح ہوئی کہ جب ابابیل کے لشکر نے ابرہہ کے لشکر پر یلغار کی تو یہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور حبشہ کی راہ پکڑی لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور راستہ میں کوڑھ کا شکار ہو گیا اور اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا ہاتھ سے انگلیاں گل گل کر گرنے لگیں اور جسم کے جوڑوں سے خون ٹپکنے لگا۔ اس حالت میں وہ گرتا پڑتا نجاشی کے پاس آیا اور صورت حال بتلائی۔ اتفاقاً ایک پرندہ جو ابرہہ کے قتل پر مامور تھا اپنا مشن پورا کرنے کے لیے وہاں پہنچ گیا جس کے پنجے اور چونچ میں ابرہہ کے نام کے پتھر موجود تھے جیسے ہی کہ ابرہہ کی نظر اوپر اٹھی اس کو مصروف پرواز دیکھ کر نجاشی سے کہا کہ وہ ایسے ہی پرندے تھے جنہوں نے میرے لشکر کو تاراج کیا ہے، اس اثناء میں وہ پرندہ اپنا کام کر چکا تھا اور پتھر ابرہہ پر گرائے جا چکے تھے تاکہ ابرہہ بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ واصل جہنم ہو جائے۔

ابرہہ کی شکست کے بعد:

ابرہہ کی شکست اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی کے بعد قریش کے کچھ افراد حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ کوہ حرا سے اُتر کر آئے اور ابرہہ کے لشکریوں کو دیکھا کہ وہ بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں اور ان میں زندگی کی رمق بھی باقی نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کر کے کہ سب کا ایک طرف سے جائزہ لینا شروع کریں اور بعد میں جا کر سب لوگوں کو بتا دیں۔ عبدالمطلب جو ایک فہیم و فطین اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر ساتھیوں سے کہا ممکن ہے کہ لشکریوں نے مکر گانٹھا ہو اور ان کے بے حس و حرکت پڑے رہنے میں کوئی سازش ہو جو ہمارے نقصان کا سبب بن سکے لہٰذا تم یہاں ٹھہرو میں حالات معلوم کر کے آتا ہوں کیونکہ میرے ابرہہ سے ذاتی تعلقات ہیں لہٰذا وہ مجھے نقصان نہ پہنچائیں گے اور میں بخیر و خوبی واپس آ جاؤں گا اور اگر قدرت نے ان سے ان کی بداعمالیوں کا بدلہ لے لیا ہے تو میں صحیح خبر تمہیں آ کر بتاؤں گا۔

عبدالمطلب نے اپنی دانست اور امور ملکی کے تجربہ کی بناء پر یہ سمجھ لیا تھا کہ ابرہہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے اور اس کے غرور کا بت پاش پاش ہو چکا ہے لیکن مکہ والوں کو

Marfat.com

حقیقت حال کا یقین دلانے سے پہلے انہوں نے یہ مناسب خیال کیا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کے چھوڑے ہوئے مال و متاع کو محفوظ کرلیا جائے لہٰذا وہ ابرہہ کی لشکر گاہ میں آئے اور لشکر گاہ میں پھر کر حالات کا مکمل طور پر جائزہ لیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اعلان کیا کہ اے قوم قریش! تمہیں مبارک ہو کہ دشمن کا خاتمہ ہو چکا ہے اور خانہ کعبہ محفوظ ہو گیا ہے لہٰذا اطمینان کے ساتھ نیچے آجاؤ۔

حضرت عبدالمطلب کی قبولیت دُعا:

لوگوں نے جب حضرت عبدالمطلب کا اعلان سنا تو سب کے سب دوڑے ہوئے نیچے آ گئے اور لشکر گاہ میں مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا اس طرح ایک یا دو دن انہوں نے مال جمع کرنے میں لگایا لیکن جب ابرہہ کے لشکریوں کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا اور یہ بدبو ناقابل برداشت ہوگئی تو پھر عبدالمطلب در کعبہ پر آکر بارگاہ الٰہی میں مصروف ہوئے اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے دعا کی۔ ان کی دعا بارگاہِ قبول میں مستجاب ہوئی اور ایک سیلاب آیا جو ان لاشوں کو بہا کر لے گیا اور سرزمین مکہ ان کے ناپاک وجود سے پاک ہوگئی۔ اس واقعہ کے بعد اہل مکہ کے دل میں خانہ کعبہ کا عزت و احترام اور بڑھ گیا اور اطراف و اکناف میں قریش مکہ کی ہیبت و دبدبہ بڑھ گیا کیونکہ اللہ رب العالمین نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لیے آنے والے ابرہہ اور اس کے لشکر کو ابابیل پرندوں کے ذریعے نیست نابود کر دیا تھا۔ (معارج النبوت جلد اول)

☆☆☆

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبدالمطلب نے فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومی سے شادی کی تھی اور انہی خاتون کے بطن پاک سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہونے والا نور مصطفیٰ ﷺ حضرت عبداللہ کو منتقل ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جناب عبدالمطلب گھر سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بھی تھے۔ خاندان قریش میں سب سے زیادہ حسین اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے اور رسول کریم ﷺ کا نور پاک ان کی پیشانی میں جلوہ گر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ کامل ترین خوبصورت ترین اور محبوب ترین شخص تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو ان کا نام رکھنے کی مخصوص رہنمائی فرمائی کیونکہ ان کا نام وہ نام ہے جو ازروئے احادیث اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں سے زیادہ محبوب ہے یعنی عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔ (سیرت حلبیہ جلد اول ص 51)

عجیب مشاہدات:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر آپ کی حفاظت و نگہداشت فرمائی۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ نے جب اپنے ساتھ عجیب و غریب واقعات مشاہدہ کیے تو اپنے والد گرامی جناب عبدالمطلب سے کہا کہ میں جب کبھی مکہ مکرمہ کی وادی کوہ ثبیرہ کی جانب جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور چمکتا ہوا ظاہر ہوتا ہے جو کہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل جاتا ہے اور پھر دوبارہ اکٹھا ہو کر ایک بادل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بادل میرے اوپر سایہ کر لیتا ہے۔ میری نگاہیں یہ مشاہدہ بھی کرتی ہیں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور یہ بادل کا ٹکڑا آسمان کی طرف چلا گیا ہے اور پھر

Marfat.com

جلد ہی واپس آ جاتا ہے اور پھر میری پشت میں واپس آ جاتا ہے (کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ) میں جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے ایک آواز سنائی دیتی ہے، اے وہ بابرکت انسان جس کی پشت میں نور محمد ﷺ امانت ہے آپ پر سلامتی ہو۔

اور پھر کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھا ہوں تو وہ میرے بیٹھتے ہی ہرا بھرا ہو گیا اور اس درخت نے مجھے سلام کیا۔

حضرت عبداللہ کے والد محترم جناب عبدالمطلب نے جب اپنے فرزند کی یہ باتیں سنی تو فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! مبارک ہو تمہیں کہ تمہاری حلب سے رحم مادر میں ایسا پاکیزہ نطفہ منتقل ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں افضل ترین ہوگا۔

غیب سے حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ کو بہت زیادہ حسن و خوبصورتی سے نوازا تھا جب آپ جوان ہوئے تو آپ کی خوبصورتی اور نیک سیرتی کا چرچا ہر سو عام ہو گیا۔ قریش کے بڑے بڑے روسا کی یہ خواہش تھی کہ حضرت عبداللہ ان کے داماد ہوں اپنی فرزندی میں قبول کرنے کی خواہش کا اظہار بہت سے روساء نے جناب عبدالمطلب سے کئی بار کیا تھا چونکہ یہ معاملہ اس حد تک بڑھا کہ جناب عبدالمطلب شش و پنج میں پڑ گئے کہ کیا فیصلہ کریں حتیٰ کہ حضرت عبداللہ کی عمر مبارک پچیس سے تیس سال کے درمیان ہو گئی مگر اس بارے میں جناب عبدالمطلب ابھی تک کوئی بھی فیصلہ نہ کر پا رہے تھے کہ اسی دوران ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس میں حضرت عبداللہ کی جان کو سخت خطرہ درپیش ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی غیب سے حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا چونکہ یہودی عالم یہ بات جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان کی ولادت کا زمانہ قریب ہے اور پھر ان کو یہ علم بھی تھا کہ یہ ولادت باسعادت عرب کے خطہ اقدس میں ہو گی تو انہوں نے حضرت عبداللہ کو قتل کرنے کا ایک خفیہ منصوبہ بنایا کہ کسی طرح اس سلسلہ کو ہی ختم کر دیں۔ یہودیوں نے اس مقصد کے لیے بہت سے نوجوانوں کو تیار کر کے مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ کی حفاظت فرمائی اور دشمن آپ کو کوئی بھی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اسی طرح کئی مرتبہ ہوا دشمن آپ کو ختم کرنے کی نیت سے آئے لیکن نور محمدی ﷺ کی

Marfat.com

برکت سے ہر مرتبہ ناکام و نامراد واپس لوٹے۔

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ یہودیوں کی ایک جماعت جس میں ستر کی تعداد میں ایسے یہودی شامل تھے جو تلوار کے دھنی اور لڑنے میں خاص مہارت رکھتے تھے اکٹھے ہو کر آپس میں اس بات کا مصمم ارادہ کرتے ہوئے عہد کیا کہ جب تک حضرت عبداللہ کو قتل نہ کرلیں گے ہرگز واپس نہ ہوں گے چنانچہ یہ بدبخت لوگ اپنے ناپاک ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ یہ بدبخت رات کے وقت سفر کرتے اور دن کو کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر آرام کرتے۔اسی طرف سفر کی منازل طے کرتے ہوئے یہ لوگ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد یہ لوگ اب اس موقع کی تاک میں رہنے لگے کہ کسی طرح حضرت عبداللہ کو تنہا پائیں اور اپنا کام کر دکھائیں۔اتفاق سے ایک دن حضرت عبداللہ شکار کے لیے تنہا مکہ مکرمہ سے باہر کی طرف تشریف لے گئے۔ان بدبختوں کو یہ موقع ہاتھ آ گیا اور یہ سب اکٹھے ہو کر حضرت عبداللہ کے پیچھے اپنے ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے اس وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کے والد محترم جناب وہب بن عبد مناف بھی جنگل میں موجود تھے اور یہ بھی شکار کے ارادے سے ہی نکلے ہوئے تھے اور ابھی جناب عبداللہ سے دور ہی تھے کہ انہوں نے اس حملہ آور جماعت کو دیکھا جو ہتھیاروں سے لیس حضرت عبداللہ پر حملہ کے لیے پر تول رہی تھی۔

جناب وہب بن عبد مناف نے فوری طور پر اس صورت حال کو سمجھ لیا اور عربوں کی روایتی غیرت وحمیت کے تقاضے کے پیش نظر اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ایک شخص اس طرح تنہائی کے عالم میں دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے مگر جب یہ آگے بڑھنے لگے تو دل میں خیال کیا کہ دشمن تو کافی تعداد میں ہیں جبکہ میرے ساتھ صرف چند ساتھی ہیں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اس معاملے میں کیا کریں اور حملہ آوروں کو کیسے روکیں کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک آسمانی مخلوق سفید گھوڑوں پر سوار زمین پر اتری ان سواروں کی شکل دنیا کے لوگوں سے مشابہ نہ تھی اور یہ سوار حملہ آوروں کو حضرت عبداللہ کو آگے سے دور کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر حملہ آوروں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد ہو گئے۔ جناب وہب بن

Marfat.com

عبد مناف نے یہ عجیب وغریب منظر دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے اور بہت متاثر ہوئے۔

وہب بن عبد مناف کی خواہش:

چونکہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت حسن سے نوازا تھا آپ اپنے اخلاق اور کردار کی پختگی کی بدولت تمام قریش میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے چونکہ دین فطرت پر تھے اس لیے کبھی بت پرستی کی طرف توجہ نہ کی۔ نور محمدی ﷺ آپ کی پیشانی مبارک میں جگمگا رہا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اپنی پیشانی اقدس بتوں کے آگے جھکاتے یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایمان کی سلامتی عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کیسے گوارہ تھا کہ اس کے پیارے محبوب ﷺ کا نور اطہر جس کی پیشانی اقدس میں ہو وہ بتوں کی عبادت کرے اور بت پرستی کی طرف مائل ہو۔ لہٰذا مسلمان کے ایمان کی سلامتی اسی بات پر یقین کامل رکھنے میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین فطرت پر تھے اور بت پرست نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور اطہر کی عظمت و پاکیزگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جہاں پر غیب سے جان کی حفاظت فرمائی وہاں پر ان کے ایمان کی بھی حفاظت فرمائی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔“

بات ہو رہی تھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوبصورتی اور خوب سیرتی کی کہ قریش کی اکثر عورتیں آپ کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر سر راہ بیٹھ جایا کرتی تھیں اور جب آپ ادھر سے گزرتے تو آپ کو اپنی طرف راغب کرنے کی ناکام کوشش کیا کرتیں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ پردہ غیب سے آپ کی ہر طرح سے حفاظت فرماتا تھا۔ اس لیے ان عورتوں کو مایوسی ہوتی اور وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹ جاتی تھیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نانا جناب وہب بن عبد مناف نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیب سے حفاظت کا منظر دیکھا تو وہ حیران و ششدر رہ گئے اور بہت متاثر ہوئے چونکہ ان کی پیاری صاحبزادی حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جوان تھیں اور جناب وہب جو

Marfat.com

کہ پہلے ہی حضرت عبداللہ کے گرویدہ تھے اب جو انہوں نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی۔ دل میں یہ خواہش شدید ہو گئی کہ اگر اپنی پیاری بیٹی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حضرت عبداللہ کے نکاح میں دے دوں اور واقعتاً ایسا ہو جائے تو کیا ہی اچھی بات ہو۔

نکاح کی بات چیت:

چنانچہ جناب وہب بن عبد مناف یہ بات سوچتے ہوئے اپنے گھر کو واپس ہوئے۔ گھر آ کر گھر والوں سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی صاحبزادی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح جناب عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کر دوں گھر والوں نے ان کی تجویز سے اتفاق کیا چنانچہ جناب وہب بن عبد مناف نے یہ بات اپنے خاص دوستوں کے توسط سے حضرت عبدالمطلب تک پہنچائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب وہب بن عبد مناف نے اپنی بیوی برہ بنت عبدالعزیٰ کو اس مقصد کے لیے حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ اس بات کو آگے بڑھائیں اور وہ جناب عبدالمطلب سے اس بارے میں بات کریں کہ میری نیک سیرت اور خوبصورت وخوش اخلاق بیٹی سیدہ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اگر وہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ نکاح میں قبول فرمالیں تو یہ ہمارے لیے سعادت کی بات ہو گی۔

حضرت عبدالمطلب بھی چونکہ اب یہ چاہتے تھے کہ حضرت عبداللہ کی شادی کر دی جائے مگر وہ اس کے لیے کسی ایسی لڑکی کی تلاش میں تھے جو حسب و نسب کے لحاظ سے بلند مرتبہ ہو اور عفت و پاکدامنی میں بھی ممتاز ہو۔ اس لیے جب جناب وہب بن عبد مناف کی طرف سے آپ کو سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ جناب عبداللہ کے لیے آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ جن صفات عالیہ کی لڑکی کو وہ تلاش کر رہے تھے وہ صفات یقیناً سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں موجود ہیں اور حضرت عبداللہ کا رشتہ ان کے ساتھ نہایت مناسب رہے گا چنانچہ جناب عبدالمطلب نے اس رشتہ کا ذکر اپنے گھر والوں سے کیا۔ گھر والوں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا اور یوں یہ رشتہ طے پا گیا۔ اس رشتہ کے طے ہونے کے بارے میں روایات میں آتا

Marfat.com

ہے کہ یمن کے ایک عالم نے جناب عبدالمطلب سے ایک مرتبہ اشارتاً ذکر کیا تھا واقعہ کچھ یوں ہے کہ جناب عبدالمطلب ایک مرتبہ یمن کی طرف سفر پر گئے ہوئے تھے وہاں پر ایک بہت بڑا عالم رہتا تھا جو کتاب اللہ کے بارے میں جانتا تھا۔ اس عالم کی ملاقات جناب عبدالمطلب سے ہوئی تو اس نے ملاقات کے دوران پوچھا کہ آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ جناب عبدالمطلب نے اسے بتایا کہ میں بنی ہاشم سے ہوں اور ان کا بیٹا ہوں۔ اس عالم نے جب بنی ہاشم کا نام سنا تو کہنے لگا کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھ لوں۔ جناب عبدالمطلب نے اس شرط پر اسے اجازت دی کہ جسم کے پوشیدہ حصوں کو نہ دیکھا جائے۔ عالم نے رضامندی ظاہر کی اور اس نے جناب عبدالمطلب کی ناک کا ایک نتھنا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر تھوڑا سا کھینچا پھر دوسرا نتھنا اسی طرح کھینچا۔

ایک اور روایت میں یہ آتا ہے کہ اس عالم نے جناب عبدالمطلب کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو بڑے غور سے دیکھا اور کہا ایک سے ملک و سلطنت اور دوسرے سے نبوت کا اظہار ہو رہا ہے اور یہ سعادت دو منافوں کے قران سے ظاہر ہو رہی ہے پھر اس عالم نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے بیٹے جناب عبداللہ کی شادی ہوگئی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں تو اس عالم نے کہا اب تم واپس جا کر ان کی شادی بنی زہرہ میں کر دینا۔

چنانچہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا تو آپ نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔ اس طرح اس عالم کی وہ بات جو اس نے اپنے علم کے ذریعہ معلوم کر کے کی تھی پوری ہوئی یعنی دو منافوں جناب عبد مناف بن قصی اور عبد مناف بن زہرہ کے خاندانوں کے مابین ایک رشتہ قائم ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ بیہقی جلد اول۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم جلد اول)

حضرت عبداللہ کی شادی:

یہ حضور نبی کریم علی الصلوٰۃ والسلام کا اعجاز اور فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت باسعادت کے لیے ایسے نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا جو نسب و مرتبہ کے لحاظ سے بھی افضل تھے اور عفت و پاکدامنی کے اعتبار سے بھی ممتاز تھے۔ سیرت و کردار کے حوالے سے بھی

Marfat.com

ارفع واعلیٰ مقام رکھتے تھے۔آپ ﷺ کے والدین کریمین شریف النسب اور شریف النفس تھے چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب اپنے پیارے بیٹے حضرت عبداللہ کو لے کر چلے اور وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس آئے۔ جناب وہب بن عبد مناف بنی زہرہ میں عزت ونسب دونوں کے لحاظ سے سردار تھے۔انہوں نے اپنی نیک سیرت بیٹی سیدہ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نکاح میں دے دیا۔ وہ ان دنوں عزت ونسب اور رتبے کے لحاظ سے قریش کی عورتوں میں افضل تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ برۃ بنت عبدالعزیٰ بھی ایک نیک خاتون تھیں اور نسب کے لحاظ سے بلند مرتبہ تھیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت عبداللہ کی پاک دامنی:

مروی ہے کہ رقیہ بنت نوفل اپنے بھائی سے سنا کرتی تھی کہ اس اُمت میں ایک پیغمبر تشریف لانے والے ہیں تو اس نے جب حضرت عبداللہ کے چہرہ کو دیکھا جس میں نور مصطفیٰ ﷺ جھلک رہا تھا اور اس نے گمان کیا کہ آنے والا پیغمبر اسی شخص سے ہوگا کیونکہ جناب عبداللہ قریش میں سے خوبصورت ترین شخص تھے۔ دیکھ کر کہنے لگی کہ میں تجھے اتنے اونٹ دوں گی۔ جتنے تیری خاطر ذبح کیئے گئے تھے۔ لیکن اس شرط پر تو مجھ سے ابھی جماع کرے۔ شاید اس طرح کا نکاح جو گواہوں اور ولی کے بغیر ہو وہ ان کی شریعت میں جائز تھا کیونکہ وہ عورت نہ تو زانیہ تھی اور نہ زنا کرنے کا ارادہ کرنے والی تھی بلکہ باحیاء اور پاکدامن تھی۔

جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ میں اُسے نور نبوت نظر آیا تو اس نے یہ کہا۔ کیونکہ وہ یہ اُمید لگائے بیٹھی تھی کہ میں اس نبی آخر الزمان سے حاملہ ہو جاؤں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ چاہا۔ وہ جس کے مقدر میں تھا اُسے ہی ملنا تھا۔ اس پیشکش کے جواب میں حضرت عبداللہ نے کہا' دیکھو میرے والد میرے ساتھ ہیں میں ان کے خلاف بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی انہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کو اس پر عفت و حیاء دامن گیر ہوئی اور جواب دیا کہ حرام سے تو موت بہتر ہے اور حضرت عبداللہ کا اس حرام کو جاننا اسی طرح تھا جس طرح وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی کچھ حلال باتیں جانتے تھے جیسا کہ جنابت کا

Marfat.com

غسل اور حج وغیرہ۔ لہٰذا یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ آپ دور جاہلیت میں تھے اور حلال و حرام کو نہیں پہچانتے تھے۔ اسی لیئے فرمایا کیونکہ میرا تیرا نکاح نہیں ہوا۔ اس لیے تیری پیشکش پوری کرنا حلال نہیں۔ لہٰذا ایک کریم شخص اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے اور میں بھی اسی زمرے کا آدمی ہوں۔ (زرقانی جلد اول ص 101 تا 102)

مروی ہے کہ رقیہ بنت نوفل نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بدکار عورت نہیں ہوں لیکن میں نے تمہارے چہرہ میں نور نبوت دیکھا تو میں نے ارادہ کیا کہ وہ میرے اندر منتقل ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ ہوا۔ اس نے جہاں منتقل کرنا تھا کر دیا۔ جب قریش کے نوجوانوں کو یہ خبر ملی کہ فلاں عورت نے اپنے آپ کو عبداللہ بن عبدالمطلب پر پیش کیا اور انہوں نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس عورت سے اس کا تذکرہ کیا تو اس کے جواب میں اس نے چند اشعار کہے (جن کا ترجمہ یہ ہے)

1۔ میں نے بجلی کی طرح کا ایک نور دیکھا تھا جس نے کالے بادلوں کو بھی جگمگا دیا تھا۔

2۔ اس بجلی میں ایسا نور تھا جو کامل چاند کی طرح اپنے ماحول کو منور کر رہا تھا۔

3۔ میں نے چاہا کہ اسے حاصل کرلوں تاکہ میرے لیے باعث افتخار بن جائے لیکن ہر پتھر جس کو رگڑا جائے اس سے آگ نہیں نکلتی۔

4۔ مگر اس زہری عورت (حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عظمت اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے جس نے اے عبداللہ تمہارے دونوں کپڑے (نبوت و حکومت) لے لیے۔ اس نے کیا لے لیا وہ کیا جانے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت آمنہ کے ساتھ ہمبستری کرنے کے بعد پھر اس عورت کو پیغام بھیجا کہ میں اب تمہارے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں تو وہ کہنے لگی اب مجھے تمہارے اندر کوئی بات نظر نہیں آتی لہٰذا میں انکاری ہوں کیونکہ پہلی مرتبہ جب تمہارا گزر میرے سامنے سے ہوا تھا تو میں نے تمہاری دونوں آنکھوں کے درمیان سے آسمانوں کی طرف اٹھتا ایک نور دیکھا تھا۔ اب جبکہ تم نے اس (حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے وطی کر لی ہے تو وہ نور تمہاری پیشانی میں نہیں رہا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ نے جب سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ میں اُمید سے ہوگئی ہوں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو ایک ایسے بچے کی ماں بننے والی ہے جو روئے زمین میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص96 تا 97)

ایک اور روایت:

اسی طرح اور بھی بہت سی عورتوں نے حضرت عبداللہ کو ورغلانے کی کوشش کی مگر آپ ثابت قدم رہے اور اپنی پاکدامنی پر حرف نہ آنے دیا۔ روایات میں ایک اور واقعہ اسی طرح کا آتا ہے کہ ایک عورت جو بڑی خوبصورت اور خوب مالدار تھی علم بھی جانتی تھی اس نے نور محمدی ﷺ کے ظہور کا حساب لگا کر معلوم کرلیا کہ جناب عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک ہستی کی صلب پاک سے نطفہ اقدس جسد خاکی میں منتقل ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا دین حق پوری دنیا میں پھیل جائے گا۔ چنانچہ وہ عورت اس خیال میں شاید اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرما دے اور یہ نعمت عظمیٰ اسے نصیب ہوجائے وہ اس انتظار میں تھی کہ کب وہ مبارک ہستی ملے اور وہ اس سے اپنا مقصود حاصل کرے چنانچہ حضرت عبداللہ کو اس نے سر راہ دیکھا نور محمدی ﷺ آپ کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ اس عورت کو گویا اپنی منزل مل گئی۔ حضرت عبداللہ کے چہرے کا حسن آب وتاب سے ظاہر ہورہا تھا جیسے ہی اس عورت کی نظر آپ پر پڑی وہ دیوانہ وار بھاگتی ہوئی آپ کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اس نے بھی دوسری عورتوں کی طرح حضرت عبداللہ کو ورغلانے کی کوشش کی کہ کسی طرح اس کا مقصد پورا ہوجائے مگر حضرت عبداللہ نے اس کی باتیں سن کر اور اس کی خواہش کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک بہت ہی ضروری بات ہے جس کا جواب اس قدر جلدی اور اپنے بزرگوں کے مشورے کے بغیر میں نہیں دے سکتا۔ لہٰذا مجھے کچھ مہلت دو کہ تم نے جو نکاح کی درخواست کی ہے اس پر غور کروں اور مشورے کے بعد کوئی جواب دوں چنانچہ اس طرح حضرت عبداللہ اسے تسلی دے کر اپنے گھر کو واپس آ گئے۔

جب گھر تشریف لائے تو اسی شب حضرت آمنہ سے زفاف ہوا اور نور محمد ﷺ ان کی پشت مبارک سے منتقل ہو کر رحم آمنہ میں منتقل ہوگیا اور وہ حمل سے ہوگئیں۔ اگلی صبح حضرت

Marfat.com

عبداللہ اپنے والد محترم جناب عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس عورت سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ بیان کی۔ والد ماجد نے نکاح کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ والد ماجد سے اجازت لے کر اس عورت کے پاس آئے۔ اس عورت نے حضرت عبداللہ کی پیشانی کی طرف دیکھا تو نور مبارک نہ پایا وہ عورت افسردہ ہوگئی اور کہنے لگی' اے عبداللہ! میرے پاس سے جانے کے بعد آپ نے کسی عورت سے صحبت کی ہے؟ آپ نے فرمایا' کہ ہاں میں نے اپنی زوجہ مطہرہ بی بی آمنہ بنت وہب سے ہم بستری کی ہے۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا' اب مجھے آپ سے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو اس نور پاک کی خواستگار تھی جو آپ کی پیشانی میں چمک رہا تھا اب وہ دوسرے کے نصیب میں چلا گیا میری یہ خواہش تھی کہ آپ کی پیشانی میں چمکنے والا نور مبارک میرے رحم میں منتقل ہو جائے مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ (معارج النبوت جلد اول)

حضرت عبداللہ کا وصال:

حضرت عبداللہ اپنی شادی کے بعد زیادہ مدت تک زندہ نہ رہے۔ آپ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے۔ واپسی میں یثرب کے مقام پر بیمار ہو گئے اور جوانی کے عالم میں وہیں وصال فرمایا ان کے وصال کے دو ماہ بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب سیدہ آمنہ حمل سے ہو گئیں تو اس کے بعد جناب عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو ملکِ شام روانہ کیا تاکہ وہ کچھ کھانے پینے کا سامان خرید لائیں جب اس سفر سے واپسی ہوئی تو قافلہ سے جدا ہو کر اپنے ننھیالی رشتہ داروں کے پاس مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے۔ جب قافلہ والے مکہ مکرمہ پہنچے تو جناب عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بیمار ہو گئے تھے اور اس وجہ سے مدینہ طیبہ میں رہ گئے ہیں۔ یہ سن کر جناب عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کو فوری طور پر مدینہ منورہ بھیجا کہ وہ ان کو لے کر آئیں۔ جب حارث مدینہ طیبہ پہنچے تو اس وقت حضرت عبداللہ کا وصال ہو چکا تھا چنانچہ وہ الٹے قدموں واپس مکہ مکرمہ آئے اور اپنے والد ماجد کو بھائی کے انتقال کی خبر سنائی۔ یہ سن کر جناب عبدالمطلب کو بہت دکھ ہوا۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ کو وصال کے بعد دار نابغہ میں دفن کر دیا گیا جبکہ ایک قوی روایت کے مطابق مدینہ منورہ کے قریب ابواء کے مقام پر دفن کیا گیا۔ (سیرت مصطفیٰ ﷺ۔ مدارج النبوت جلد دوم)

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیاری باتیں:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری والدہ ماجدہ جب حاملہ ہوگئیں تو فرماتی ہیں کہ حمل کے دوران مجھے عام عورتوں کی طرح کسی قسم کا بوجھ، درد اور طبیعت میں بدمزگی محسوس نہ ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتوں کو حمل کے دوران ہوا کرتا ہے۔ شروع کے چھ ماہ تو مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں حمل سے ہوں۔ صرف اتنا احساس تھا کہ اس دوران حیض کی بندش ہو گئی تھی جب چھ ماہ گزر گئے تو میں خواب و بیداری کے عالم میں تھی۔ میں نے کسی کی آواز سنی کہ اے آمنہ! تم حمل سے ہو (یہ اس طرح کہا گیا کہ) جیسے مجھے معلوم نہ تھا کہ میں حمل سے ہوں اس کے بعد آواز آئی، تم اس امت کے پیغمبر کے حمل ہو ٔایک روایت میں ہے کہ ساری مخلوق سے افضل حاملہ ہو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔ پھر وقت گزرتا گیا اور جب ولادت کا وقت قریب آیا تو پھر وہی آنے والا آیا اور کہنے لگا آمنہ! کہو میں اللہ بے پناہ کی پناہ چاہتی ہوں ہر حسد کرنے والے کے شر سے۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص 98)

عجیب مشاہدات:

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں حمل کے دوران ہر مہینہ میں ایک غیبی آواز سنا کرتی کہ تمہیں مبارک وہ مبارک ساعت نزدیک آ پہنچی ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو خیر و برکت والے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ جب محمد ﷺ کی ولادت مبارکہ کی ساعت نزدیک آئی تو میں اس وقت گھر میں تنہا تھی۔ آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب اس وقت طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ اچانک میں نے ایک زوردار آواز سنی۔ جس سے میں ڈر گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگت والا پرندہ میرے نزدیک

Marfat.com

آیا اس نے اپنا پر میرے سینہ پر ملا۔ اس سے میرا ڈر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ شربت سے بھرا ہوا ایک پیالہ میرے پاس پڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے پی لیا اس سے مجھے کچھ سکون سا محسوس ہوا۔

اب میں نے دیکھا کہ میرے پاس لمبے قد والی خوبصورت عورتیں آئیں۔ ان عورتوں کا قد عبد مناف کے قبیلے کی عورتوں جیسا لمبا تھا ان کو دیکھ کر میں بڑی حیران ہوئی کہ ان کو میری حالت کا کیسے علم ہوا ہے۔ ان عورتوں میں سے ایک نے کہا' میرا نام آسیہ ہے اور میں فرعون کی بیوی ہوں۔ دوسری عورت نے مجھ سے کہا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔ اس کے بعد مجھے معمولی سا تکلیف کا احساس ہونے لگا پھر مجھے ایک گرجدار آواز سنائی دی اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے مابین ایک سفید ریشمی چادر پھیلا دی گئی ہے اور بہت سے لوگ ایک جماعت کی شکل میں زمین و آسمان کے درمیان کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں۔ مجھے کستوری سے زیادہ اچھی خوشبو آنے لگی۔ پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آ گئی ہے ان پرندوں کے پر یاقوت اور چونچیں زمرد سبز سے بنی ہوئی تھیں اس کے بعد میری نگاہوں کے سامنے سے اللہ تعالیٰ نے پردہ ہٹا دیا اور مجھے مشرق و مغرب کے افق دکھائی دینے لگے۔ مجھے تین جھنڈے نظر آئے جو لہرا رہے تھے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں جبکہ ایک جھنڈا مجھے خانہ کعبہ کے اوپر لہراتا ہوا دکھائی دیا۔

میں یہ سب کچھ مشاہدہ کر رہی تھی کہ اسی اثناء میں مجھے درد محسوس ہوا۔ اب ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں سے میری مدد کی اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ سجدے کی حالت میں تھے اور اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی ہے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے رو کر التجا فرما رہے ہوں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی دوران میں نے سفید رنگ کا بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لپیٹ کر اٹھا لیا اور آپ کو میری نظروں سے چھپا دیا۔

اس کے ساتھ ہی میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی منادی کر رہا ہے کہ انہیں مشرق و مغرب میں لے جاؤ' بحر و بر پر لے جاؤ اور سیر کراؤ تا کہ ہر کوئی آپ کو پہچان لے اور اچھی طرح جان

Marfat.com

لے کہ آپ کی صفت ماحی ہے تا کہ دنیا سے شرک کے آثار ختم ہو جائیں پلک جھپکتے ہی بادل کا یہ ٹکڑا اوجھل ہو گیا اور حضور ﷺ ریشم کے سفید کپڑے میں لپیٹے ہوئے میرے سامنے موجود تھے۔(انوار محمدیہ ص 22 تا 23)

غیب سے منادی:

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بہت بڑا انورانی بادل دیکھا جو پہلے والے بادل سے بڑا تھا مجھے اس بادل سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔اس بادل کے ٹکڑے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میری نظروں کے سامنے سے اوجھل کر دیا۔ یہ وقفہ پہلے سے زیادہ طویل تھا۔اس وقت میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین کے تمام گوشوں کی سیر کراؤ تمام پیغمبروں کے سامنے لے جاؤ تمام جن وانس کی روحوں کو زیارت سے مشرف ہونے دو۔فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ اس بچے کو حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق و صفات، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی رقت وشجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال، حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یونس علیہ السلام کی اطاعت، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت وزہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کرم دو۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق عالیہ کو یکجا کر کے فطرت مصطفیٰ ﷺ میں رکھ دو۔(معارج النبوت جلد دوم)

مہر نبوت:

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد بادل کا یہ ٹکڑا میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز ریشمی کپڑے میں اچھی طرح لپٹے

Marfat.com

ہوئے ہیں اور اس ریشم سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ مجھے ایک منادی کی آواز آئی مبارک ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس شان سے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ دنیا کی تمام مخلوق آج سے آپ کے تابع فرمان ہے۔ سب ہی کو آپ کے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے۔ تمام مخلوق آپ سے فرمان باری تعالیٰ حاصل کرے گی۔

فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ اس دوران مجھے تین اشخاص کھڑے دکھائی دیے جن کے چہرے آفتاب سے زیادہ روشن تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے اس آفتابے سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت تھا۔ اس کے چار پہلو تھے ہر پہلو پر مروارید رکھا ہوا تھا۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ایسی انگشتری نکالی کہ جس کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اس انگشتری کو آفتابے کے سفید پانی سے سات مرتبہ دھویا پھر اس انگشت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں مبارک شانوں کے مابین مہر نبوت رکھی گئی اس پر حریر کا ٹکرا باندھا گیا اور تھوڑی دیر تک اپنی آغوش میں لینے کے بعد میرے بچے کو میری گود میں رکھ دیا۔

وہ جنت کا خازن رضوان نامی تھا اس نے حضور ﷺ کے کان مبارک میں کوئی بات کی جو میں نہ سمجھ سکی اور کہا' اے محمد! خوشخبری ہو کسی نبی سے جو علم بچ گیا تھا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا اس لیے آپ علم کے اعتبار سے تمام نبیوں سے بڑھ کر ہیں اور آپ دل کے اعتبار سے سب سے بڑے بہادر ہیں۔ آپ کو کامیابی کی چابیاں عطا ہوئیں۔ آپ کو رعب اور ڈر کا لباس پہنایا گیا ہے جو بھی آپ کی بابت کچھ سنے گا۔ اس کا دل آپ کے تصور سے کانپ اُٹھے گا اور بن دیکھے بھی اس کا دل دہل جائے گا۔ اے اللہ کے خلیفہ۔ (خصائص الکبریٰ جلد اول ص 49)

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی:

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا جب آدھی رات گزر گئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس

Marfat.com

سے تکبیر کی آواز آئی۔ ترجمہ: "اللہ بلند و بالا ہے، اللہ بلند و بالا ہے، وہ پروردگار ہے محمد مصطفیٰ کا اب میرا پروردگار بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرمائے گا۔"

اور غیب سے آواز آئی رب کعبہ کی قسم! کعبہ کو برگزیدگی ملی، خبردار ہو جاؤ کعبہ کو ان کا قبلہ، ان کا مسکن ٹھہرایا اور وہ بت جو کعبہ کے گرداگرد نصب تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب سے بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے منہ کے بل گر پڑا۔ ندا آئی کہ سیدہ آمنہ سے محمد مصطفیٰ کی ولادت ہو گئی اور ابر رحمت ان پر اُتر آیا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ جان رحمت ﷺ)

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نام رکھا:

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ دوران حمل میرے پاس کوئی آنے والا آیا اور اس نے کہا' تو اس امت کے سردار کو اپنے شکم میں لیے ہوئے ہو۔ جب ان کی زمین پر تشریف آوری ہو تو یہ کہنا' میں اللہ واحد کی پناہ میں اسے ہر حسد کرنے والے کے حسد سے دیتی ہوں اس نومولود کی ولادت کی علامت یہ ہو گی کہ ایک روشنی کا اس کے ساتھ ظہور ہو گا جو ارضِ شام میں واقع بصریٰ کے محلات کو چمکا دے گی۔ جب وہ اس کائنات میں جلوہ فرما ہو جائیں تو ان کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔ ان کا تورات و انجیل میں نام احمد ہے ان کی تمام آسمانوں اور زمینوں والے تعریف کریں گے اور ان کا قرآن میں نام محمد ہے اس پر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا نام محمد رکھا۔

(دلائل النبوت جلد اول ص 111)

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال:

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور سرور کائنات ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام ایمن جو حبشیہ تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے والد ماجد سے وراثت میں ملی تھیں حضور ﷺ کی نگرانی کے لیے ہمراہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں حضرت آمنہ کا آنا اس غرض سے بھی تھا کہ جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک وہیں پر تھی اور ان کی قبر پر جانے کی نیت تھی۔ ابن

Marfat.com

اسحاق کا کہنا ہے کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلہ میں آئیں۔غرض یہ تھی کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموؤں سے کرائیں۔

مدینہ منورہ میں ایک ماہ کی مدت تک قیام کیا آپ کا قیام اس مکان میں تھا جسے دارالنابغہ کہا جاتا ہے۔ جب ایک ماہ قیام کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا تو ابواء کے مقام پر پہنچ کر حضرت آمنہ تھک گئیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے سرہانے بیٹھ گئے اچانک وہ بے ہوش ہوگئیں جب دوبارہ ہوش میں آئیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا۔(سیرت ابن ہشام)

وصال سے چند لمحے قبل:

حضرت ام سماعہ اسماء بنت ابی رہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ اس وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر تھیں جب ان کی وفات ہوئی، نبی کریم ﷺ کی ظاہری عمر شریف اس وقت کوئی پانچ برس کی تھی وہ اپنی والدہ ماجدہ کے سرہانے تشریف فرما تھے۔حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نور نظر ﷺ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

بارك اللہ فیك من علام — یا ابن الذی من حرمة الحمام
نجا بعون الملك المنعام — فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من الابل السوام — ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام — من عند ذی الجلال و الاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام — تبعث فی التحقیق والاسلام
دین ابیك البر ابراهام — فاللہ ینهاكَ عن الاصنام

ان لا توا لیها مع الاقوام

''اے ستھرے لڑکے اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت رکھے۔اے ان (حضرت عبداللہ) کے بیٹے جنھوں نے مرگ کے گھیرے (موت کے پھندے) سے نجات پائی، بڑے انعام والے بادشاہ اللہ کریم کی مدد سے، جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربانی کیے گئے

Marfat.com

اگر وہ ٹھیک اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو پھر تو سارے جہان کی طرف مبعوث ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے حل وحرم (مکہ وتمام روئے زمین) سب کو تیری رسالت شامل ہوگی تجھے حق اور اسلام کے ساتھ بھیجا گیا ہے جو تیرے نیک اچھے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ بت پرست لوگوں کے ساتھ ان بتوں کی دوستی نہ کرنا، یعنی لوگوں کے ساتھ ہو کر بتوں کو اچھا یا دوست خیال نہ کرنا۔"

دلائل النبوۃ ابونعیم، خصائص کبری ص 1/79 رسائل تسع ص 56 زرقانی علی المواہب ص 1/165

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد فرمایا:

کل حی میت و کل جدید بال و کل کبیر یفنی و انا
میتہ و ذکری باق و قد ترکت خیرا و ولدت طھرا۔

ہر جینے والی کے لیے موت ہے، ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے اور ہر بوڑھے کے لیے فنا ہے، اور میں بھی مرنے والی ہوں، اور میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ میں نے بہتر کو چھوڑا، اور پاکیزہ بچہ تولد کیا ہے۔
اس کے بعد وصال فرما گئیں اور اسی جگہ پر مدفون ہوئیں۔

(سبل الہدی والرشاد، صد 2/121)

اس وقت ان کے وصال پر ہم جنات کے رونے کی آواز سنتے تھے اُن کے کچھ اشعار ہم نے ذکر کیے۔

نبکی الفتاہ البرۃ الامینہ
ذات الجمال العفۃ الرزینہ
زوجۃ عبداللہ والقرینہ
اُم نبی اللہ ذی السکینہ

Marfat.com

و صاحب المنبر فی المدینه

صارت لدی حضرتها رهینه

یعنی ہم اس نوعمر نیکو کار، امانت دارِ حُسن و جمال کی پیکر، صاحب عفت وعظمت جو حضرت عبداللہ کی زوجہ، اللہ کے نبی صاحب سکینہ، مدینہ طیبہ میں منبر ومحراب کے مالک کی والدہ کی رحلت پر روتے ہیں اب یہ اپنی قبر کے گوشہ میں اقامت گزیں ہوں گی۔ (دلائل النبوت ابو نعیم)

علامہ امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمائے ہوئے اشعار وکلمات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''حضرت سیدہ آمنہ کا فرمان اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ بلا شبہ موحدہ تھیں، جب وہ دین ابراہیم اور اپنے فرزند دل بند ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے ساتھ بھیجا جانا بیان فرماتی ہیں اور اپنے فرزند کو بتوں سے منع کرتی ہیں اور بتوں سے ہر تعلق سے روکتی ہیں تو اور توحید کیا ہے؟ کوئی اور چیز اس کے سوا توحید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے وحدہ لاشریک معبود (عبادت کے لائق) ہونے کا اعتراف اور بتوں کی پوجا سے بری ہونا۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کفر سے پاک ہونے اور موحد ہونے کا اسی قدر ثبوت کافی ہے۔'' (زرقانی جلد اول ص 160)

مقام ابواء:

ہجرت کے سفر میں حضور سرور کائنات ﷺ نے جب بنی عدن کے قلعوں کو دیکھا تو اس جگہ کو پہچان لیا اور فرمایا' ہم بچوں کے ہمراہ ان قلعوں کے کھنڈرات پر چلتے تھے۔ پھر آپ نے اس سفر کے واقعات جس میں آپ کی والدہ ماجدہ ساتھ تھیں بیان فرمائے۔

عمرۃ القضایا کے سال جب مقام ابواء پر پہنچے تو اس جگہ کو دیکھا جہاں پر آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا۔ وہاں چند پتھر اکٹھے کیے پڑے ہوئے تھے، فرمایا' یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر مبارک ہے۔ یہ فرما کر آپ ﷺ کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے اور اس قدر حسرت وترحم کا اظہار فرمایا کہ آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لیے مقام ابواء پر تشریف لے گئے تو چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہمراہ تھے۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام والدہ ماجدہ کی قبر مبارک پر بیٹھ کر بے اختیار رونے لگے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ہمراہ تھے وہ بھی آپ ﷺ کو روتے دیکھ کر بے اختیار رو پڑے۔حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی بھی اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر روئے۔بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا اپنے متعلق والدہ کی شفقتیں اور رحمتیں یاد کرتا ہوں۔ (مدارج النبوت جلد دوم۔سیرت سید المرسلین ﷺ)

☆☆☆

Marfat.com

رضاعی والدین

امام ابوبکر ابن العربی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم ﷺ کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا اُن سب نے اسلام قبول کیا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد سب سے پہلے جس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثوبیہ تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت ثوبیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی والدہ ہیں۔ انہوں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دودھ پلایا تھا اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سات دن تک اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا اور پھر سات یوم حضرت ثوبیہ کا۔ بعض دیگر روایات میں ہے کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارکہ دو یوم کی ہوگئی تو پھر حضرت ثوبیہ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا اور آپ اس وقت تک حضور انور ﷺ کو دودھ پلاتی رہیں جب تک کہ آپ کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد نہ کردیا گیا۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت ثوبیہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو ثوبیہ نے یہ خوشخبری ابو لہب کو پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے ابولہب یہ خبر سن

Marfat.com

کر بہت خوش ہوا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی میں حضرت ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خوشی و مسرت پر جو ابولہب نے حضور انور ﷺ کی ولادت باسعادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں تخفیف کر دی اور ہر دوشنبہ کے دن اس پر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں میں نے ابولہب کی وفات کے بعد اسے خواب میں دیکھا تو اس سے اس کا حال پوچھا ابولہب نے کہا' جس دن سے میں مرا ہوں سخت عذاب میں مبتلا ہوں مگر دوشنبہ کی رات کہ جس میں میں نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے۔ یہاں پر یہ نقطہ قابل غور اور توجہ طلب ہے کہ ابولہب جو کہ کافر تھا اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا اور اپنی باندی کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا یہ بدلہ عنایت فرمایا کہ اس کے عذاب میں کمی کر دی اور اگر ایک مسلمان حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کی خوشی میں جشن مناتا ہے اور آپ پر اس دن کثرت سے درود پاک بھیجتا اور درود و سلام کی محافل منعقد کرتا ہے تو کل قیامت کے دن ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ اسے اس کام کا اجر عطا فرمائے گا۔ عذاب قبر اور عذاب حشر سے اسے نجات عطا کرے گا۔

حضرت ثوبیہ کے اسلام میں اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کا شمار صحابیات میں ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا تو حضرت ثوبیہ جب بھی کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آتیں تو وہ ان کی تعظیم و اکرام کرتیں اور پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آتے اور ہجرت کے بعد بھی ان کو تحائف اور ہدیے وغیرہ بھیجتے رہتے تھے۔

حضرت ثوبیہ کا انتقال غزوہ خیبر کے بعد 8ھ میں ہوا اور جب ان کے انتقال کی خبر حضور

Marfat.com

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ بہت غمگین ہوئے اور پھر جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو پوچھا ثوبیہ کے رشتہ داروں میں سے کون زندہ ہے تاکہ ان کی خدمت گاری اور حق گزاری ختم نہ ہو۔ آپ کو بتایا گیا کہ کوئی قریبی عزیز ان کا نہیں ہے۔
(زرقانی جلد اول ص 138۔ تاریخ الخمیس جلد اول ص 222۔ سیرت حلبیہ)

☆☆☆

Marfat.com

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

انا افصح العرب والعجم هيداني من قريش و نشات في بني سعد بن بكر۔

''میں عرب وعجم کے تمام لوگوں سے فصیح ہوں۔ میں قریش میں پیدا ہوا اور قبیلہ بنی سعد میں پرورش پائی میں اس قبیلہ میں پانچ سال رہا پھر والدہ کے پاس آیا۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق بنی سعد بن بکر سے تھا۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے۔ حلیمہ بنت ابی ذویب۔ ابی ذویب کا اصل نام عبداللہ بن الحارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرۃ بن قصیتہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان تھا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرۃ بن قصیتہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔

حضرت یونس بن بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت حارث سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہونے کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں قریش نے ان سے کہا' اے حارث! تم اپنے بیٹے کی تو سنو وہ کہتے ہیں کہ مُردے زندہ ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے دو گھر جنت اور جہنم بنا رکھے ہیں۔ اُنہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا'

Marfat.com

اے میرے بیٹے! آپ ﷺ کی قوم آپ کی شاکی ہے۔ ارشاد فرمایا' ہاں میں ایسا فرماتا ہوں اور اے میرے باپ! جب وہ دن یعنی روز قیامت آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتادوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا۔

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ کے اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے تھے اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب:

عرب میں عام رواج یہ تھا کہ جنگل کی کھلی فضا میں پرورش پانے کے لیے کمسن بچوں کو لوگ دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ دیہات کی عورتیں سال میں دو چار مرتبہ آتیں اور شیر خوار بچوں کو پرورش کے لیے لے جاتیں اس کے صلے میں ان کو دولت مند گھرانوں سے کافی انعام واکرام ملا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جن دنوں مجھے حضور سرور کائنات ﷺ کی پرورش کا شرف حاصل ہوا تو ہم لوگ سخت قحط زدہ تھے۔ ہم صحرا اور کوہستانوں میں پھرتے کہ شاید کوئی سبز چیز مل جائے مگر مایوسی ہوتی میں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ سارا دن مشقت کرتی مگر پھر بھی روزی حاصل نہ ہوتی۔ آخر کار میں نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا کہ شاید کوئی بچہ مل جائے جسے دودھ پلا کر کوئی روزی حاصل کرسکوں۔ اسی دوران مجھے وضع حمل کا واقعہ پیش آ گیا۔ کھانے پینے کی کوئی چیز نہ تھی میں روتی تھی مگر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ درد زہ سے روتی ہوں یا بھوک کی شدت سے۔ ایک رات مجھے نیند آئی تو خواب میں دیکھتی ہوں کہ کسی شخص نے مجھے اٹھا کر ایک ایسی نہر میں پھینک دیا جس کا پانی دودھ کی طرح سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ اس شخص نے مجھے کہا کہ

Marfat.com

اس سے خوب پانی پی لے کیونکہ عزت سرمدی اور دولت ابدی تیری طرف مبذول ہو گی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں خواب میں پانی پیتی گئی میں جس قدر پانی پیتی تھی وہ اور زیادہ مبالغہ کرتا تھا اور اس کے پینے پر برانگیختہ کرتا تھا۔ آخر کار اس شخص نے مجھ سے کہا کہ مجھے پہچانتی ہو؟ میں نے کہا' نہیں' تو اس نے کہا' میں تمہارا صبر و شکر ہوں جو محنت و مشقت کی حالت میں کرتی تھی۔ اے حلیمہ! اب تم وادی بطحا مکہ مکرمہ میں چلی جاؤ وہاں تمہاری روزی اور خوشحالی انتظار کر رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم چودھویں کے چاند جیسا ایک بچہ پاؤ گی جہاں تک ہو سکے یہ بات راز ہی رہے پھر اس شخص نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا اللہ تعالیٰ تیرے دودھ کو زیادہ کرے اور تجھے فراخ روزی عنایت فرمائے۔

غیب سے آواز:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوئی تو میں نے بنی سعد کی دوسری عورتوں سے اپنے آپ کو توانا محسوس کیا۔ میرے پستان دودھ سے بھر گئے اور دودھ جوش مارنے لگا۔ بنی سعد کے لوگ بہت ہی زیادہ تنگی سے وقت گزار رہے تھے ان کے پیٹ بھوک کی شدت سے پشت سے لگ گئے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ طبیعتوں میں اس قدر خشکی بھر گئی تھی کہ لوگ اگر روتے بھی تو آنکھوں سے آنسو نہ بہتے تھے۔ پہاڑ چٹیل اور ویران دکھائی دیتے تھے۔ صحراؤں میں درخت خشک ہو گئے تھے غرض یہ کہ پورے عرب میں قحط سا پڑ گیا تھا۔ مگر اس خواب کی برکت سے میری حالت بالکل تبدیل ہو گئی سارے قبیلے کی عورتیں جمع ہو گئیں اور مجھے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرنے لگیں اور کہتیں! اے حلیمہ! کیا بات ہے کل تو تو انتہائی کمزوری کی حالت میں تھی اور آج تم شہزادیوں کی طرح دکھائی دے رہی ہو تمہارا چہرہ بھی کھلا کھلا دکھائی دے رہا ہے اور تمہاری رنگت بھی نکھر آئی ہے چونکہ مجھے خواب کو پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا اس لیے میں اپنی کیفیت کو ظاہر نہ کرتی تھی اور اسے راز ہی رکھا۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ اسی اثناء میں میرے قبیلہ کے لوگوں نے مکہ مکرمہ کی راہ لی تاکہ روزی کے لیے ہر کوئی قریش کی اولاد سے کوئی لڑکا دودھ پلانے کی غرض سے اختیار کرے۔ میں بھی اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کے ساتھ چلی راستے میں قیام و کوچ کے وقت ہم نے عجیب و غریب آواز سنی۔ ہاتف غیب سے آواز آئی اس سال تمام عرب و عجم کی عورتوں پر لڑکی کی پیدائش حرام کر دی گئی ہے ہر عورت لڑکا ہی پیدا کرے گی کیونکہ قریش میں ایک ایسا لڑکا آنے والا ہے جو فخر عرب اور رشک عجم ہوگا۔ وہ ماں کتنی خوش قسمت ہوگی جو اس لڑکے کو دودھ پلائے گی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم خوش قسمت ہو، بھاگو اپنے خاوندوں کو اطلاع دی کہ انہوں نے کیا بشارت سنی ہے۔ اب تمام عورتیں حرم مکہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس گدھی پر میں سوار تھی وہ تھک گئی۔ اس کے دبلے پن اور کمزوری کی وجہ سے ساتھیوں کو بھی زحمت ہوئی۔ یہاں تک کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ میں تمام لوگوں کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ جب ہمارے قبیلے کی عورتیں مکہ مکرمہ پہنچیں تو انہوں نے دودھ پلانے کے لیے تمام بچوں کو لے لیا۔ بجز حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔

حضرت عبدالمطلب سے گفتگو:

کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لیا ہو۔ سب عورتوں نے بڑھ کر اپنی مرضی کے مطابق بچے لے لیے اور میں دیکھتی رہ گئی میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم مرد ہو میں عورت ہوں تم شہر میں جاؤ اور لوگوں سے پوچھو کہ یہاں سب سے زیادہ معزز اور محترم کون ہے اس نے کہا' بنی مخزوم' میں نے کہا کہ ان میں کوئی رئیس ہے۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ یہ سن کر میں نے اپنے شوہر کو وہاں بٹھایا کہ وہ سامان کی حفاظت کرے

Marfat.com

اور خود حضرت عبدالمطلب کے پاس گئی میں نے شہر میں دیکھا کہ میرے قبیلے کی عورتیں بچے گود میں لیے خوش خوش چلی آ رہی ہیں میں سخت مایوس اور پریشان تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ کاش میں بنی سعد کے گھر میں ہی رہتی۔ ناگاہ مجھے ایک ایسا شخص دکھائی دیا جس کی پیشانی پر عظمت و عزت کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے اور ان کی شخصیت بڑی ہی بارعب تھی۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے' بنی سعد کی عورتوں میں سے کوئی ہے جس نے ابھی تک بچہ نہ لیا ہو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخصیت ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ مکہ مکرمہ کی بزرگ شخصیت حضرت عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ میں آگے بڑھی اور ان کے پاس گئی اور سلام عرض کیا اور کہا میں بنی سعد کی ایک عورت ہوں۔ عربوں کی عادت کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے اپنا نام بتایا کہ میرا نام حلیمہ ہے اور قبیلہ بنی سعد سے ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے مسکراتے ہوئے فرمایا' سعد اور حلم دونوں عادتیں اچھی ہیں اور تم میں یہ دو چیزیں خوبصورت اور اچھی یکجا پائی جاتی ہیں۔ یہ دونوں عادات دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہیں۔ اے حلیمہ! ہمارا ایک یتیم بچہ ہے جس کا نام محمد (ﷺ) ہے مجھے اُمید ہے کہ تم اس یتیم بچے کو لے کر فائدہ میں رہو گی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کی بات سن کر میں نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اپنے خاوند سے بات کر لوں۔ حضرت عبدالمطلب نے مجھے اس کی اجازت دی اور کہا ہاں اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ میں اپنے خاوند کے پاس آئی اور ساری بات بتائی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے خاوند کے دل میں محبت کا جذبہ پیدا فرما دیا اس نے مجھے کہا کہ جاؤ اور اس بچے کو فوراً قبول کر لو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری عورت لے جائے پھر محمد (ﷺ) کو چھوڑ کر ہمیں کیا ملے گا۔ اس لیے اسے ضرور لے لو۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل میں ایک جذبہ پیدا ہوا اور کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بنی سعد کی ساری

Marfat.com

عورتیں گود میں بچے لے کر جائیں اور میں خالی ہاتھ لوٹوں۔ اللہ کی قسم! میں محمد (ﷺ) کو ضرور لوں گی ان کو دودھ پلاؤں گی۔ حضرت عبدالمطلب ان کے دادا ہیں جو کہ مکہ مکرمہ کے تمام لوگوں سے محترم و مکرم ہیں۔

حضور ﷺ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اُمید نظر آئی کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ پھر میں واپس آئی اور حضرت عبدالمطلب کے پاس گئی ان سے کہا کہ وہ فرزند ارجمند کہاں ہے؟ لائیے تاکہ میں اسے دیکھوں۔ یہ بات سن کر حضرت عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور کہا اے حلیمہ! کیا تو نے میرے فرزند کو دودھ پلانے کا ارادہ کر لیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مجھے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر لے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرا حال احوال بیان کیا۔ انہوں نے خوش آمدید کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس کمرہ میں لے گئیں جہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے میں آپ ﷺ کے پاس گئی اور میں نے دیکھا کہ آپ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ سے مشک وغیرہ کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھا ہوا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سو رہے تھے۔ میری نظر آپ کے چہرہ انور پر پڑی تو میں آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی میرا دل نہ چاہا کہ میں آپ کو نیند سے بیدار کروں۔ میں ان کے نزدیک پہنچی سینہ اطہر پر ہاتھ رکھا آپ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ آنکھوں سے نور کی ایک کرن میرے چہرے پر پڑی میں نے ان کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں اپنی اس حالت کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھپاتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو اس حال کی خبر ہو جائے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنا دایاں پستان ان کے منہ میں دیا۔ انہوں نے دودھ پینا شروع کیا جب میں نے بایاں پستان ان کی طرف کیا تو وہ رک گئے اور اس طرف دہن مبارک نہ لگایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت سے ہی انصاف فرما دیا کہ ایک پستان کو اپنے دودھ شریک بھائی کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دودھ میں آپ کا ایک اور بھائی بھی شریک تھا جو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیٹا تھا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ ہمیشہ دائیں پستان سے دودھ پیتے اور بایاں پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنا دایاں پستان ہمیشہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے محفوظ رکھتی اور بایاں اپنے بیٹے کو دیتی تھی۔ میرا بیٹا دائیں پستان سے ہرگز دودھ نہیں پیتا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بائیں پستان سے دودھ نہیں پیتے تھے۔ دودھ پلانے کے بعد جب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منہ صاف کرنا چاہتی تو غیب سے مجھ پر سبقت لے جاتے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیتیں:

فرماتی ہیں کہ مجھ سے خوشی ضبط نہ ہو رہی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ جلد از جلد انہیں لے کر جاؤں تاکہ میرا شوہر بھی ان کے دیدار کی سعادت حاصل کرے چنانچہ جب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر روانہ ہونے لگی۔ تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا' اے حلیمہ! اس فرزند کے بارے میں مجھے تجھ سے کچھ وصیتیں کرنی ہیں۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے کہا کہ تین دن پہلے مجھے خواب میں کہا گیا کہ اپنے فرزند کو قبیلہ سعد سے اس کے سپرد کرنا جو ابی ذویب سے نسبت رکھتا ہو۔ میں نے کہا' اے آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں بنی سعد سے ہوں اور میرے خاوند اور باپ کی کنیت ابی ذویب

Marfat.com

ہے اور یہ حسن اتفاق ہے کہ آپ کے خواب کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بہت سی وصیتیں کیں پھر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی میرے خاوند نے آپ کو دیکھا تو وہ اپنے احوال پر ضبط نہ کر سکا اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا اور مجھ سے کہا' اے حلیمہ! میں نے آج تک اس سے زیادہ خوبصورت بچہ کسی کو نہیں دیکھا۔ تمہیں مبارک ہو آج ہم سے زیادہ خوش قسمت اور مالدار کوئی دوسرا گھر نہیں ہے۔

اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں رہے اس دوران حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس ہی رہے۔ ایک رات میں نیند سے بیدار ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ کے گرد پھیلا ہوا ہے اور سبز لباس میں ملبوس ایک شخص آپ کے سرہانے کھڑا ہے میں نے اپنے خاوند کو جگا کر کہا کہ اٹھیے اور دیکھیے میرے خاوند نے بھی دیکھا تو مجھ سے کہا' اے حلیمہ! خاموش رہو اور اپنی اس حالت کو پوشیدہ ہی رہنے دو کیونکہ جب سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے یہود و نصاریٰ کے علماء کو نہ دن کو چین ہے اور نہ رات کو قرار۔

قبیلہ بنی سعد کی طرف روانگی:

اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جانے سے پہلے جب میں نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو الوداع کہا تو مجھے انہوں نے بہت سی عنایات سے نوازا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ میں انہیں قبول کر کے اپنے قبیلہ بنی سعد کی طرف متوجہ ہوئی۔ میں آپ کو لے کر اپنی سواری کی طرف آئی۔ اپنی گدھی پر سوار ہوئی میری سواری بہت چست و چالاک ہو گئی اور اپنی گردن کو اوپر اٹھا لیا جیسے وہ رقص کرتے ہوئے ہاتھ پاؤں زمین پر مارتی ہے اور فخر سے اپنا سر اونچا کرتی تھی۔ سفر کے دوران میں نے دیکھا کہ میری سواری بڑی خوشی سے خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئی اور

Marfat.com

تین مرتبہ اپنا سر زمین پر رکھا۔ پھر قبیلے کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگی۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر حیران ہوتے تھے۔ عورتوں نے مجھ سے کہا کہ اے حلیمہ! اپنی سواری کی باگ کھینچ کر رکھ تا کہ ہم تیرا ساتھ دے سکیں کیا یہ وہی سواری نہیں ہے جو مکہ مکرمہ جاتے وقت کمزوری سے چل بھی نہیں سکتی تھی اور تمام جانوروں سے پیچھے رہ جاتی تھی۔ میں نے کہا یہ وہی جانور ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے قوی و طاقتور کر دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے اور اس کی بڑی شان ہے۔

فرماتی ہیں کہ اس سفر کے دوران میں اطراف وصحرا سے یہ آواز سنتی تھی' کہنے والا کہتا تھا' اے حلیمہ! تو آخر کار غنی ہوگئی اور بنی سعد کی عورتوں میں بزرگ ہوگئی۔ میں نے جس جگہ اور مقام میں قیام کیا وہ جگہ سرسبز و شاداب ہوگئی اور وہاں پر بہت سی گھاس پیدا ہوگئی حالانکہ وہ قحط کا زمانہ تھا۔ اسی طرح سفر کرتے ہوئے ہم بنی سعد کی بستی میں پہنچ گئے تو کوئی خطہ اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھا لیکن ہم نے نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھا۔ ہمارے قبیلے کے لوگ قحط و گرانی میں زندگی گزارتے تھے میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو خوب شکم سیر، تر و تازہ اور دودھ سے بھری ہوئی واپس آتیں ہم ان کا دودھ دوہتے اور خوب سیر ہو کر پیتے اور دوسروں کو بھی پلاتے۔ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو اس چراگاہ میں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بکریاں چرتی ہیں حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کہاں سے آئی ہے وہ اپنے مویشی بھی اسی جگہ چراتے جہاں میری بکریاں چرتی تھیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بکریوں میں بھی خیر و برکت پیدا کر دی اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باعث تمام قبیلہ میں خیر و برکت پھیل گئی۔

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضور ﷺ کا بچپن:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اطہر سے پہلی مرتبہ باتیں کیں تو میں بڑی حیران ہوئی آپ نے اپنی زبان اطہر سے سب سے پہلے اللہ اکبر، الحمد للہ رب العالمین وسبحان اللہ کے الفاظ ادا فرمائے۔ میں نے آپ ﷺ کو پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ اپنی انگشت مبارک سے جس طرف بھی چاند کو اشارہ فرماتے چاند اسی طرف جھک جاتا اور فرشتے آپ کو جھولا جھولاتے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی کپڑوں میں یا بستر پر پیشاب نہیں کیا تھا۔ آپ کے پیشاب وغیرہ کرنے کا ایک وقت مقرر تھا آپ معمول پر اٹھتے میں پیشاب کراتی مقررہ وقت پر دودھ نوش فرماتے۔ مقررہ وقت پر آرام فرماتے جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ کے دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے پاک وصاف کروں تو یہ کام خود بخود غیب سے ہو جاتا۔

فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم علی الصلوٰۃ والسلام جب تھوڑے سے بڑے ہوئے تو گھر سے باہر آنے جانے لگے۔ محلے کے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود الگ کھڑے رہتے اور ان کے ساتھ کھیل کود میں مشغول نہ ہوتے۔ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک دو سال کی ہوئی تو آپ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے چار سال کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ پھر میں اپنے خاوند کے ہمراہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں لے گئی تا کہ آپ کو ان کے حوالے کروں مگر اس خیر و برکت کی وجہ سے جو حضور سرور کائنات ﷺ کے باعث ہمیں اور ہمارے قبیلہ کو حاصل ہوئی تھی ہمیں گوارا نہ تھا کہ ہم آپ ﷺ کو چھوڑتے لیکن پھر بھی ہم نے آپ صلی اللہ اللہ علیہ وسلم کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس خیر و برکت کا تذکرہ کیا۔ جو ہمیں آپ کی بدولت میسرا ہوا تھا۔

Marfat.com

آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا' میرے فرزند کی شان بلند ہے۔ہم نے کہا' اللہ کی قسم! اس سے زیادہ بابرکت فرزند ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ پھر ہم نے بہانے سے کام لیا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ ہم مکہ مکرمہ کی گرمی کی شدت اور اس کی وباء سے بے خوف نہیں ہیں اللہ نہ کرے کہ اس فرزند کو کوئی گزند پہنچے اگر آپ اجازت دیں تو بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس فرزند ارجمند کو اپنے قبیلے میں پھر لے جائیں تاکہ آپ ﷺ مزید کچھ وقت وہاں رہیں۔

ہمارے بہت زیادہ اصرار کرنے کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم علی الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے سپرد کر دیا۔

ہم آپ ﷺ کو لے کر واپس اپنے قبیلہ کی طرف آ رہے تھے کہ راستے میں ہم حبش کے نصاریٰ کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انتہائی تیز نظروں سے دیکھا اور اپنے کام کو چھوڑ کر حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے کبھی آپ کی مہر نبوت کو دیکھتے تھے اور کبھی آپ کی چشم پاک کی سرخی مبارک کو دیکھتے تھے پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے فرزند کی آنکھیں درد کی وجہ سے سرخ ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔انہوں نے پوچھا یہ بتاؤ کہ اس کی آنکھوں کی سرخی کبھی جاتی بھی رہتی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔اس پر انہوں نے کہا کہ تمہیں جس قدر دولت چاہیے ہم تجھے دیتے ہیں ہم پر احسان کرو اور یہ فرزند ہمیں دے دو تاکہ اسے ہم حبشہ میں لے جائیں کیونکہ بچہ اعلیٰ وارفع شان والا ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ ایک پیغمبر باقی ہے جو حرم میں پیدا ہوگا ہمارا خیال ہے کہ اس کی پیدائش ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔

رضاعی بھائیوں کے ساتھ:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان کی باتیں سن کر ڈر گئی رات کا انتظار کیا اور جلدی جلدی وہاں سے چل پڑی اور حضور انور ﷺ کو اپنے قبیلہ میں پہنچا دیا۔آپ

Marfat.com

کی وجہ سے ہم پر دن بدن اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم قوم کے سردار ہو گئے اور ہماری قوم ہماری محتاج تھی ہم کھیتی اور دودھ میں حد کمال کو پہنچ گئے۔

ایک دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے پوچھنے لگے کہ میرے بھائی کہاں ہیں آج دکھائی نہیں دے رہے۔ میں نے کہا' وہ بکریاں لے کر چرانے کے لیے گئے ہیں شام کو آ جائیں گے۔ چشمان مبارک میں آنسو بھر کر فرمانے لگے میں بھی کل ان کے ساتھ جاؤں گا۔ میں نے کہا' میرے بیٹے! جیسے تمہاری خوشی چنانچہ دوسرے دن خوشی خوشی اٹھے میں نے منہ ہاتھ دھلایا، سر مبارک پر تیل لگا کر کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا نیا لباس پہنایا اور ایک چھڑی دست مبارک میں پکڑا دی اس کے بعد حضور انور ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور بکریاں چرانے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نصف دن گزر گیا تو میرا بیٹا ابا جان' امی جان پکارتا ہوا بھاگا بھاگا گھر آیا وہ ڈرا ہوا تھا اور خوف سے کانپ رہا تھا' کہنے لگا' امی جان! محمد (ﷺ) کی خبر لو نہ معلوم اب زندہ بھی ہے یا نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ اس پر اس نے بتایا کہ محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور ان کے قریب آ کر انہیں ہمارے درمیان سے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا اور لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کر دیا۔ آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہوا۔ یہ سنتے ہی میں اور میرا شوہر دیوانہ وار چراگاہ کی طرف دوڑے وہاں جا کر دیکھا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہاڑ کی چوٹی پر زندہ سلامت تشریف فرما ہیں۔ میں آگے بڑھی' سر مبارک اور منہ چوما اٹھا کر گلے لگایا اور احوال پوچھا' فرمانے لگے' میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ اچانک میری نظر تین اشخاص پر پڑی ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑا میرے تمام ساتھی یہ دیکھتے ہی بھاگ

Marfat.com

گئے۔ اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک نے مجھے بڑے آرام سے زمین پر لٹایا اور ایک نے میرے سینہ کو جوڑوں کے پاس سے ناف تک شق کیا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ اس کے بعد پیٹ کی رگوں کو نکالا اور برف کے ساتھ خوب اچھی طرح صاف کیا اور اپنی جگہ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد دوسرا شخص آگے بڑھا اور پہلے سے کہنے لگا اب تم ہٹ جاؤ۔ اس کے بعد اس نے میرے دل کو اپنے ہاتھ سے نکالا میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر دل کو چاک کیا اور اس سے سیاہ لوتھڑا نکال دیا اور ایک طرف پھینک کر کہنے لگے' یہ شیطان کا حصہ ہے پھر دل میں کوئی چیز جو ان کے پاس تھی رکھ دی پھر اس نے اپنے دائیں اور بائیں کچھ اشارہ کیا گویا وہ کسی چیز کو مانگ رہا ہے تو انہوں نے ایک نورانی انگوٹھی اسے دی۔ اس انگوٹھی کی نورانیت سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ اس کے بعد میرے دل پر مہر لگائی اور میرا دل نور سے لبریز ہو گیا اور اس کی ٹھنڈک میری رگ و جان میں پھیلتی گئی اس کے بعد تیسرا آگے بڑھا اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر ملا اور وہ شگاف مل گیا۔ اس کے بعد مجھے انتہائی محبت سے اٹھایا اور مجھے اپنے سینے سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگے' اے اللہ تعالیٰ کے حبیب! آپ کی آنکھیں ہمیشہ روشن رہیں گی اور آپ ﷺ ہمیشہ خوش رہیں گے۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر آسمان کی جانب پرواز کر گئے اور میں ان کو دور تک دیکھتا رہا۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشورہ:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ تمام باتیں سن کر محمد (ﷺ) کو اٹھایا اور جلدی سے اپنے گھر میں لے آئی۔ میرے خاوند اور دوسرے لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں ان کو کسی کاہن کے پاس لے جاؤں تاکہ وہ یہ واقعہ سن کر کچھ بتائے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمانے لگے' مجھے کسی کاہن کے پاس لے جانے کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں۔

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں کے بے انتہا اصرار کرنے پر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک کاہن کے پاس لے گئی اور اسے تمام باتیں سنائیں۔ کاہن مجھ سے کہنے لگا کہ میں تمام واقعہ اس بچے کی زبانی سنوں گا۔ اس پر حضور سرور کائنات ﷺ نے تمام کیفیت بیان فرما دی۔ سنتے ہی اچانک کاہن اپنی جگہ سے اچھلا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکڑ کر کہنے لگا' لوگو! آؤ اس بچے کو قتل کر دو اگر یہ زندہ رہ گیا تو پھر جوان ہو کر تمہیں اپنے دین سے برگشتہ کر دے گا۔ توحید کا درس دے گا تم کو ایسے دین کی طرف بلائے گا جس سے تم بیگانہ ہو۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے کاہن سے یہ بات سنی تو میں نے محمد ﷺ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا تیرے جنون کا علاج کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ تم فضول باتیں کرتے ہو اگر مجھے تیری یاوہ گوئی کا علم ہوتا تو میں ہرگز تیرے پاس نہ آتی۔ ہم اپنے فرزند کو تو قتل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ کاہن ابھی شور مچا ہی رہا تھا کہ میں جلدی سے محمد ﷺ کو لے کر چلی اور گھر لے آئی۔

فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میرے خاوند اور لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ محمد ﷺ کو کوئی گزند پہنچے بہتر یہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عبدالمطلب کے حوالے کر دیا جائے اور اس امانت سے دستبردار ہو جایا جائے چنانچہ میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ آپ کو واقعی ان کی والدہ اور جد امجد کے حوالے کر دینا چاہیے۔ میں نے یہ ارادہ کیا اور اپنی سواری پر سوار ہوئی۔ حضور سرور کائنات ﷺ کو اپنے آگے بٹھایا' اچانک کسی منادی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا۔

> "اے مکہ مکرمہ کی زمین! تمہیں مبارک ہو کہ آج سے تمہارا نور' تمہارا کمال اور تمہارا چاند واپس آ رہا ہے۔ آج سے مکہ مکرمہ کی سرزمین قحط و آفات سے محفوظ ہو گئی ہے اور اب قیامت تک خزانوں سے بھری رہے

Marfat.com

گی۔"

مکہ مکرمہ کی طرف روانگی:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیے جب ہم مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچے تو میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک جگہ پر بٹھا دیا اور خود قضائے حاجت کے لیے چلی گئی۔ جب واپس آئی تو آپ ﷺ کو وہاں پر موجود نہ پایا میں نے بہت تلاش کیا مگر آپ کہیں نہ ملے۔

جب میں مایوس ہو گئی تو میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور آہ وزاری کرنے لگی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ بچہ کہاں ہے جو میں نے یہاں پر بٹھایا تھا' انہوں نے کہا' کون سا بچہ؟ میں نے جواب دیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (مگر کسی نے جواب نہ دیا) میں رو رہی تھی کہ اسی اثناء میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا' کہ میں نے محمد بن عبداللہ کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے میرا ارادہ تھا کہ میں ان کو ان کی والدہ اور دادا کے پاس پہنچا دوں اور ان کی امانت ان کے سپرد کر دوں مگر وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔ بوڑھا کہنے لگا' روؤ نہیں اور غم نہ کرو۔ میں تجھے ایک ایسے عالم کا پتہ بتاتا ہوں جو تیرے فرزند کے حالات جانتا ہے۔ اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ وہ تمہیں ان تک پہنچا دے۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا' میری جان تجھ پر قربان ہو مجھے بتا وہ کون ہے؟ اس نے کہا وہ سب سے بڑا بت ہبل ہے جو کہ بڑے مرتبہ والا ہے۔ میں نے کہا' خرابی ہو تیری کیا تجھے علم نہیں کہ جب اس فرزند پاک کی ولادت باسعادت ہوئی تھی تو ان بتوں پر کیا گزری تھی وہ سب ٹوٹ کر گر پڑے تھے۔ بوڑھا مجھے زبردستی ہبل بت کے پاس لے گیا اور اس نے سات مرتبہ ہبل کا طواف کیا اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس نے میرا

Marfat.com

مقصد ہبل کے سامنے بیان کیا جب اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک اپنی زبان سے ادا کیا تو ہبل اور دوسرے تمام بت زمین پر اوندھے منہ گر پڑے۔ میں نے بوڑھے کو دیکھا کہ وہ رو رہا تھا اور لاٹھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی وہ ہیبت سے کانپ رہا تھا۔ پھر بوڑھے نے مجھ سے کہا ''اے حلیمہ! تیرے فرزند کا ایک پروردگار ہے جو اسے ضائع نہیں ہونے دے گا تیری امانت صحیح وسالم تجھے لوٹائے گا۔''

حضرت عبدالمطلب کی تشویش:

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں اس بات سے ڈری کہ کہیں یہ خبر حضرت عبدالمطلب تک نہ پہنچ جائے چنانچہ جب میں حضرت عبدالمطلب کے پاس آئی تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور پوچھا' کیا بات ہے تم فکر مند اور پریشان دکھائی دے رہی ہو اور تمہارے ساتھ محمد (ﷺ) نظر نہیں آ رہے؟ میں نے ان سے کہا میں آج رات محمد (ﷺ) کو لے کر آئی اور جب مکہ مکرمہ کے بلند حصے میں تھی تو مجھ سے الگ ہو کر کھو گئے۔ اللہ کی قسم! مجھے خبر نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ میں نے آپ کی بڑی تلاش کی مگر آپ نہیں ملے۔ جب حضرت عبدالمطلب نے یہ سنا تو ان کو خیال ہوا کہ قریش میں سے کوئی حضور ﷺ کو اٹھا کر لے گیا ہوگا اور نعوذ باللہ ہلاک کر دیا ہوگا۔

چنانچہ حضرت عبدالمطلب کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو با آواز بلند پکارا، اے آل غالب! میرے پاس آؤ' سب لبیک کہتے ہوئے ان کی خدمت میں دوڑے کیونکہ کوئی شخص ان کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ جب تمام قریش اکٹھے ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب سے قریش نے پوچھا' اے سردار! کیا معاملہ درپیش ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا' میرا فرزند محمد (ﷺ) گم ہو گیا ہے۔ قریش نے کہا' اے سردار! سوار ہو جائیے ہم بھی سوار ہوتے ہیں اور آپ کے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) کو تلاش کرتے ہیں چنانچہ حضرت عبدالمطلب اور تمام قریش

Marfat.com

سوار ہو کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں نکلے اور مکہ مکرمہ کی ہر جگہوں پر تلاش کیا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ملے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات میں مصروف ہو گئے۔

غیب سے آواز:

حضرت عبدالمطلب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں مناجات میں مصروف تھے کہ غیب سے آواز آئی' محمد ﷺ کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے اس آواز کے جواب میں پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ آواز آئی تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نزدیک تشریف فرما ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کیلے کے درخت کے پاس تشریف فرما ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب تہامہ کی وادی کی طرف چل پڑے۔ راستے میں جناب ورقہ بن نوفل ملے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لیے یہاں تک کہ جب وادی تہامہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلے کے درخت کے پاس کھڑے ہیں اور اپنے دست مبارک درخت کے پتوں پر پھیر رہے ہیں جبکہ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ عمرو بن نوفل اور ابو مسعود ثقفی نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیلے کے درخت کے پاس تشریف فرما دیکھا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا' میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ عمرو بن نوفل نے آپ کو اٹھایا اور حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا' میری جان تم پر قربان ہو میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنی سواری پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آگے بٹھایا اور خوش وخرم مکہ مکرمہ کی طرف چل دیے۔

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حُسن سلوک:

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے بہت سے اونٹ اور کافی مقدار میں سونا صدقہ دیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے الگ الگ اس قدر مال و دولت سے نوازا کہ اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ یہ انعامات لے کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوشی خوشی اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گئیں۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں آئیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا بہت ادب اور احترام کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ (سیرت ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد۔ زرقانی جلد اول مدارج النبوت جلد دوم۔ الاستعیاب)

حضرت ابوطفیل غنوی رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ ایک عورت آئی۔ آپ نے چادر مبارک بچھائی۔ وہ اس پر بیٹھ گئی۔ جب وہ خاتون چلی گئیں تو کہا گیا کہ اس خاتون نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلایا تھا۔" (ابوداؤد)

☆☆☆

Marfat.com

رضاعی بہن بھائی

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی بہن بھائی کوئی نہ تھا البتہ آپ ﷺ کے رضاعی یعنی دودھ شریک بھائیوں میں سے ایک آپ کے چچا حضرت حمزہ ہیں جبکہ ایک رضاعی بھائی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو کہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے تیسرے رضاعی بھائی مسروح ہیں جو حضرت ثوبیہ کے بیٹے تھے۔ ثوبیہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا دودھ پلایا اور مذکورہ شخصیات کو بھی دودھ پلایا چنانچہ اس لحاظ سے یہ تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی ہیں۔

اس کے علاوہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ پیا اس طرح یہ سب بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بہن بھائیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے حضرت عبداللہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے یہ بھی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

Marfat.com

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک رضاعی بہن کا نام شیما تھا جو کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاجزادی تھیں۔

حضور ﷺ جب خورد سال تھے اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگرانی میں پرورش پا رہے تھے تو شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنی والدہ کے ساتھ حضور ﷺ کو کھلایا کرتیں اور یہ شعر گایا کرتیں۔

"یا اللہ! محمد (ﷺ) کو زندہ رکھ۔ یہاں تک کہ ہم ان کو جوان دیکھیں۔ پھر ہم ان کو ایک صاحب عزت سردار دیکھیں۔ اس حال میں کہ ان سے حسد کرنے والے دشمن مغلوب ہوں۔

اے اللہ! محمد (ﷺ) کو دائمی عزت عطا فرما۔"

فتح مکہ کے بعد بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے قبائل نے طائف کی جاگیرداروں کے لالچ میں چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ کا قصد کیا۔ دوسری طرف حضور ﷺ کا لشکر مکہ مکرمہ سے نکل کر وادی حنین میں اُترا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد دشمنوں کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کو فتح ونصرت حاصل ہوئی۔ دشمنوں کے بہت سے قیدی ہاتھ آئے ان قیدیوں میں ایک عورت شیما بنت حارث بھی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جب اس کو گرفتار کیا تو وہ کہنے لگی کہ میں تمہارے نبی کی ہمشیرہ ہوں۔ مگر اس معاملے میں اس کی بات پر کسی نے توجہ نہ دی مگر اسے عزت و احترام سے اونٹ پر بٹھا کر تصدیق کے لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ یا محمد (ﷺ)! میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ اس کے ساتھ ہی شیما نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچپن کے بعض واقعات یاد دلائے تو آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں میں فرط محبت سے آنسو آ گئے۔ آپ اٹھے اور اپنی چادر مبارک اس کے لیے زمین پر بچھائی اور اسے اس پر بٹھایا پھر حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے رضائی والد حارث کے بارے میں استفسار فرمایا تو شیما نے کہا' وہ تو مدت ہوئی انتقال کر چکے ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیما سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو عزت و احترام کے ساتھ ہمارے پاس رہو اور اگر تم اپنے وطن جانا چاہتی ہو تو اس کا بھی تمہیں اختیار ہے۔ شیما نے اپنے وطن جانے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاتے وقت اسے بہت سا مال دے کر انتہائی عزت و احترام کے ساتھ اس کے قبیلہ میں بھیج دیا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب شیما نے ایمان کی دولت حاصل کر لی اور اپنے وطن میں گئی تو قبیلہ کے لوگوں نے اسے کہا کہ تم نے یہ خواہش کیوں نہ کی تاکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاد کے جرم کو معاف فرما دیتے۔ نجاد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلہ کا ایک شخص تھا اور اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک دن ایک مسلمان کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھگوڑوں کے پیچھے لشکر روانہ فرمایا تو وصیت فرمائی کہ اگر تم نجاد پر قابو پاؤ تو اسے مضبوط اور محفوظ رکھو تاکہ بھاگ نہ جائے۔ اسلامی لشکر جب کامیابی حاصل کر کے واپس آیا تو نجاد کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے وہ قید تھا۔ اس کے بعد شیما نے اپنی قوم اور خاندان کی درخواست پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر درخواست کی اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاد کا گناہ شیما کو بخش دیا اور اس کے باقی ماندہ رشتہ داروں کے بارے میں پوچھا تو شیما نے عرض کیا کہ ایک بھائی بہن اور چچا زندہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' اے شیما! تو لوٹ جا اور اپنی قوم کے ساتھ جعرانہ میں تم سے مل کر تیری معیشت کے اسباب مہیا کر دوں گا۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے جعرانہ میں حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کی تو اپنی اس رضاعی بہن اور ان کے رشتہ داروں کو بہت سا مال عطا فرمایا۔ (زرقانی۔ طبقات ابن سعد۔ مدارج النبوت جلد دوم۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ)

☆......☆

Marfat.com